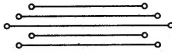


تفسیر ابن کثیر



چند اہم مضامین کی فہرست

- | | | | |
|-----|---|-----|--|
| ۲۲۳ | انبیاء کے فرماں بردار اور جنت | ۵۸۶ | • ہر مخلوق کا روزی رسالہ اللہ |
| ۲۲۳ | • مشرکوں کا حشر | ۵۸۶ | • تخلیق کائنات کا تذکرہ |
| ۲۲۴ | • استقامت کی ہدایت | ۵۸۸ | • انسان کا نفسیاتی تجزیہ |
| ۲۲۴ | • اوقات نماز کی نشاندہی | ۵۹۰ | • ریاضہ ربیعی کے لیے ذہر ہے |
| ۲۲۷ | • نیکی کی دعوت دینے والے چند لوگ | ۵۹۱ | • مومن کون ہیں؟ |
| ۲۲۸ | • ذکر ماضی تمہارے لیے سامان سکون | ۵۹۳ | • عقل و ہوش اور ایمان والے لوگ |
| ۲۲۹ | • تعارف قرآن بربان اللہ الرحمان | ۵۹۵ | • آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلا نبی؟ |
| ۲۳۱ | • بہترین قصہ حضرت یوسف علیہ السلام | ۵۹۷ | • دعوت حق سب کے لیے یکساں ہے |
| ۲۳۲ | • یعقوب علیہ السلام کی تعمیر اور ہدایت | ۵۹۷ | • میرا پیغام اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت ہے |
| ۲۳۳ | • بشارت اور نصیحت بھی | ۵۹۸ | • قوم نوح کا مانگا ہوا عذاب اسے ملا |
| ۲۳۳ | • یوسف علیہ السلام کے خاندان کا تعارف | ۶۰۴ | • نوح کی اپنے بیٹے کے لیے نجات کی دعا اور جواب |
| ۲۳۴ | • بڑے بھائی کی رائے پر اتفاق | ۶۰۵ | • طوفان نوح کا آخری منظر |
| ۲۳۵ | • بھائی اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو گئے | ۶۰۶ | • تاریخ ماضی وحی کے ذریعہ بیان کی گئی |
| ۲۳۷ | • کنوئیں سے بازار مصر تک | ۶۰۶ | • قوم ہود کی تاریخ |
| ۲۳۹ | • بازار مصر سے شاہی محل تک | ۶۰۷ | • قوم ہود کے مطالبات |
| ۲۴۰ | • زلیخا کی بدعتی سے الزام تک | ۶۰۸ | • ہود علیہ السلام کا قوم کو جواب |
| ۲۴۰ | • یوسف علیہ السلام کے تقدس کا سبب | ۶۰۹ | • صالح علیہ السلام اور ان کی قوم میں مکالمات |
| ۲۴۲ | • الزام کی مدافعت اور بچے کی گواہی | ۶۱۰ | • ابراہیم علیہ السلام کو بشارت اولاد اور فرشتوں سے گفتگو |
| ۲۴۳ | • داستان شوق اور حسرتان مصر | ۶۱۲ | • حضرت ابراہیم کی بردباری اور سفارش |
| ۲۴۶ | • جیل خانہ اور یوسف علیہ السلام | ۶۱۳ | • حضرت لوط علیہ السلام کے گھر فرشتوں کا نزول |
| ۲۴۶ | • جیل خانہ میں بادشاہ کے باورچی اور ساقی سے ملاقات | ۶۱۴ | • لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوتا ہے |
| ۲۴۷ | • جیل خانہ میں خوابوں کی تعبیر کا سلسلہ اور تیغ توحید | ۶۱۶ | • اہل مدین کی جانب حضرت شعیب کی آمد |
| ۲۴۹ | • خواب اور اس کی تعبیر | ۶۱۷ | • پرانے مجبوروں سے دستبرداری سے انکار |
| ۲۵۰ | • تعبیر بتا کر بادشاہ وقت کو اپنی یاد دہانی کی تاکید | ۶۱۹ | • قوم مدین کا جواب اور اللہ کا عقاب |
| ۲۵۰ | • شاہ مصر کا خواب اور تلاش تعبیر میں حضرت یوسف تک رسائی | ۶۲۰ | • قبیلہ قوم کا سردار فرعون اور موسیٰ علیہ السلام |
| ۲۵۲ | • تعبیر کی صداقت اور شاہ مصر کا حضرت یوسف کو وزارت سونپنا | ۶۲۲ | • عذاب یافتہ لوگوں کی چیخیں |

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ
مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى
الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتِ
إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ
مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا
إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝

زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں۔ وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سونے جانے کی جگہ کو بھی
سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے ۝ اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے
عمل والا کون ہے؟ اگر تو ان سے کہے کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھ کھڑے کئے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے کہ یہ تو زراف صاف جادو ہی ہے ۝

ہر مخلوق کا روزی رساں اللہ: ☆ ☆ (آیت ۶۱) ہر ایک چھوٹی بڑی خشکی تری کی مخلوق کا روزی رساں ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی ان
کے چلنے پھرنے، آنے جانے، رہنے سہنے، مرنے جینے اور ماں کے رحم میں قرار پکڑنے اور باپ کی پیٹھ کی جگہ کو جانتا ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے
اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام کے بہت سے اقوال ذکر کئے ہیں۔ فاللہ اعلم۔ یہ تمام باتیں اللہ کے پاس کی واضح کتاب میں لکھی ہوئی
ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِحَنَاحَيْهِ إِلَّا أَمَمَ أَمْنًا لَكُمْ الخ، یعنی زمین پر چلنے والے جانور
اور اپنے پروں پراڑنے والے پرند سب کے سب تم جیسی ہی اُمّیں ہیں، ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی، پھر سب کے سب اپنے
پروردگار کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ اور فرمان ہے وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ الخ، یعنی غیب کی کتبیاں اسی اللہ کے پاس ہیں۔ انہیں اس
کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ خشکی تری کی تمام چیزوں کا اسے علم ہے۔ جو یہ جھڑتا ہے اس کے علم میں ہے کوئی داندہ زمین کے اندھیروں میں اور
کوئی تر خشک چیز ایسی نہیں جو واضح کتاب میں نہ ہو۔

تخلیق کائنات کا تذکرہ: ☆ ☆ (آیت ۷) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اسے ہر چیز پر قدرت ہے۔ آسمان و زمین کو اس نے صرف چھ
دن میں پیدا کیا ہے۔ اس سے پہلے اس کا عرش کریم پانی کے اوپر تھا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنو قریظ تم خوشخبری قبول
کرو۔ انہوں نے کہا خوشخبریاں تو آپ نے سنا دیں۔ اب کچھ دلائیے۔ آپ نے فرمایا اے اہل یمن تم قبول کرو۔ انہوں نے کہا ہاں ہمیں
قبول ہے۔ مخلوق کی ابتدا تو ہمیں سنا ہے کہ کس طرح ہوئی؟ آپ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تھا۔ اس کا عرش پانی کے اوپر تھا۔ اس نے لوح
محفوظ میں ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔

راوی حدیث حضرت عمران کہتے ہیں حضور نے اتنا ہی فرمایا تھا جو کسی نے آں کر مجھے خبر دی کہ تیری اونٹنی زانو کھلو کر بھاگ گئی میں
اسے ڈھونڈنے چلا گیا۔ پھر مجھے نہیں معلوم کر کیا بات ہوئی؟ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ایک روایت میں ہے اللہ تھا اور اس سے
پہلے کچھ نہ تھا۔ ایک روایت میں ہے اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔ پھر آسمان و زمین کو پیدا

کیا۔ مسلم کی حدیث میں ہے زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر لکھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر کے موقع پر ایک قدسی حدیث لائے ہیں کہ اے انسان تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھے دوں گا اور فرمایا ”اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔“ دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا۔ خیال تو کرو کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے اب تک کتنا کچھ خرچ کیا ہو گا لیکن تاہم اس کے داہنے ہاتھ میں جو تھا وہ کم نہیں ہوتا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس کے ہاتھ میں میزان ہے۔ جھکا تا ہے اور اونچا کرتا ہے۔ مسند میں ہے ابورزین لقیط بن عامر بن متفق عقیلی نے حضورؐ سے سوال کیا کہ مخلوق کی پیدائش کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ آپؐ نے فرمایا: عمار میں نیچے بھی ہوا اور اوپر بھی ہوا۔ پھر عرش کو اس کے بعد پیدا کیا۔ یہ روایت ترمذی کتاب التفسیر میں بھی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔

امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ کسی چیز کا پیدا کرنے سے پہلے عرش الہی پانی پر تھا۔ وہب ضمیرہ، قتادہ ابن جریر وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ قتادہؒ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ابتداء مخلوق کس طرح ہوئی! ربیع بن انس کہتے ہیں اس کا عرش پانی پر تھا جب آسمان و زمین کو پیدا کیا تو اس پانی کے دو حصے کر دیے۔ نصف عرش کے نیچے بھی بحر محمود ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں بوجہ بلندی کے عرش کو عرش کہا جاتا ہے۔ سعد طائی فرماتے ہیں کہ عرش سرخ یا قوت کا ہے۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں اللہ اسی طرح تھا جس طرح اس نے اپنے نفس کریم کا وصف کیا۔ اس لئے کہ کچھ نہ تھا پانی تھا اس پر عرش تھا۔ عرش پر ذو الحلال و الاکرام ذو العزت و السلطان ذو الملک و القدرہ ذو العلم و الرحمة و النعمہ تھا جو جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا کہ پانی کس چیز پر تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہوا کی چیمچ پر۔

پھر فرماتا ہے۔ آسمان و زمین کی پیدائش تمہارے نفع کے لئے ہے اور تم اس لئے ہو کہ اسی ایک خالق کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ یاد رکھو تم بے کار پیدا نہیں کئے گئے۔ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا نہیں کیں۔ یہ گمان تو کافروں کا ہے اور کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔ اور آیت میں ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا لَّعَلَّ کُیِّمْتُمْ اَوْ لَعَلَّ کُمْ اٰمَنْتُمْ اور یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے؟ اللہ جو سچا مالک ہے وہی حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے۔ اور آیت میں ہے انسانوں اور جنوں کو میں نے صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ وہ تمہیں آزار ماہے کہ تم میں سے اچھے عمل والے کون ہیں؟ یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عمل والے کون ہیں؟ اس لئے کہ عمل حسن وہ ہوتا ہے جس میں خلوص ہو اور شریعت محمدیہ کی تابعداری ہو۔ ان دونوں باتوں میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو وہ عمل بے کار اور غارت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبیؐ اگر آپؐ انہیں کہیں کہ تم مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے، جس اللہ نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ حالانکہ قائل بھی ہیں کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ شروع جس پر گراں نہ گزرا۔ اس پر دوبارہ کی پیدائش کیسے گراں گزرے گی؟ تو یہ نسبت اول مرتبہ کے بہت ہی آسان ہے۔

فرمان الہی ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يَبْدُؤُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ اَعْوَدُ عَلَيْهِ اِیْسٰی نے پہلی پیدائش شروع میں کی۔ وہی دوبارہ پیدائش کرے گا اور یہ تو اس پر نہایت ہی آسان ہے۔ اور آیت میں ہے کہ تم سب کا بنانا اور مار کر زندہ کرنا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسا ایک کا۔ لیکن یہ لوگ اسے نہیں مانتے تھے اور اسے کلمے جادو سے تعبیر کرتے تھے۔ کفر و عناد سے اس قول کو جادو کا اثر خیال کرتے۔

وَلَيْنَ آخَرْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَّيْقُولُنَّ مَا
يَحْبِسُهُ ۚ الْيَوْمَ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا
بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝

اور اگر ہم ان سے عذاب کو کئی جتنی مدت تک کے لئے پیچھے ڈال دیں تو یہ ضرور پکارا کریں گے کہ عذاب کو کون سی چیز روکے ہوئے ہے اسنوحس دن وہ ان کے پاس آئے گا پھر ان سے ملنے والے نہیں بھرتو جس کی لمبی اڑار ہے تھے وہ انہی پرالت پڑے گا ۝

(آیت: ۸) پھر فرماتا ہے کہ اگر ہم عذاب دیکھ کر ان سے کچھ مقرر مدت تک کے لئے موخر کر دیں تو یہ اس کو نہ آنے والا جان کر جلدی کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں کہ عذاب ہم سے موخر کیوں ہو گئے؟ ان کے دل میں کفر و شرک اس طرح بیٹھ گیا ہے کہ اس سے چھٹکارا ہی نہیں ملتا۔ امت کا لفظ قرآن و حدیث میں کئی ایک معنی میں مستعمل ہے۔ اس سے مراد مدت بھی ہے۔ اس آیت میں اور آیت وَادَّكَّرَ بَعْدَ أُمَّةٍ جوسورہ یوسف میں ہے، یہی معنی ہیں۔ امام و مقتدی کے معنی میں بھی یہ لفظ آتا ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم کے بارے میں اُمَّةً قَانِتًا الخ آیا ہے۔ ملت اور دین کے بارے میں بھی یہ لفظ آتا ہے۔ جیسے مشرکوں کا قول اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰی اُمَّةٍ ہے اور جماعت کے معنی میں بھی آتا ہے وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً والی آیت میں اور آیت وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا میں۔ ان آیتوں میں امت سے مراد کافر، مومن سب امتی ہیں۔ جیسے مسلم کی حدیث میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو یہودی نصرانی اس امت کا میرا نام سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے۔ ہاں تا بعد امت وہ ہے جو رسولوں کو مانے جیسے کُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ والی آیت میں۔

صحیح حدیث میں ہے میں کہوں گا امتی امتی اسی طرح امت کا لفظ فرتے اور گروہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے آیت وَبَيْنُ قَوْمٍ مِّنْ سُلَاسٍ اُمَّةٍ الخ اور جیسے آیت مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَانِتَةٌ الایہ میں۔

وَلَيْنَ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهُ لَيُؤْسَ
كُفُوْرًا ۝ وَلَيْنَ اَذَقْنَاهُ نِعْمَةًۢ بَعْدَ ضَرَاٍ مَّسَتْهُ لَيَقُوْلَنَّ
ذَهَبَ السَّيِّاَتُ عَنِّي ۚ اِنَّهُ لَفَرِحَ فُخُوْرًا ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا
وَعَمِلُوا الصَّالِحٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

اگر ہم انسان کو اپنی کسی نعمت کا ذائقہ چکھا کر پھر اس سے لے لیں تو وہ بہت ہی نا امید اور بڑا ہی ناشکرا بن جاتا ہے ۝ اور اگر ہم اسے کوئی رحمت پہنچا دیں اس سختی کے بعد جو اسے پہلے محسوس ہو چکا تھا تو وہ کہنے لگتا ہے کہ بس برائیاں مجھ سے جاتی رہیں یقیناً وہ بڑا ہی خوش ہو کر فخر کرنے لگتا ہے ۝ سوائے ان کے جو صبر کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں انہی لوگوں کے لئے بخشش بھی ہے اور بہت بڑا نیک بدلہ بھی ۝

انسان کا نفسیاتی تجزیہ: ☆☆ (آیت: ۹-۱۱) سوائے کامل ایمان والوں کے عموماً لوگوں میں جو برائیاں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ راحت کے بعد کی سختی پر مایوس اور محض نا امید ہو جاتے ہیں۔ اللہ سے بدگمانی کر کے آئندہ کے لئے بھلائی کو بھول بیٹھتے ہیں گویا کہ نہ کبھی اس

سے پہلے کوئی آرام اٹھایا تھا نہ اس کے بعد کسی راحت کی توقع ہے۔

یہی حال اس کے برخلاف بھی ہے۔ اگر سختی کے بعد آسانی ہوگئی تو کہنے لگتے ہیں کہ بس اب بروقت ٹل گیا۔ اپنی راحت اپنی تن آسانیوں پر مست و بے فکر ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کا استہزاء کرنے لگتے ہیں۔ اکثر فوں میں پڑ جاتے ہیں اور آئندہ کی سختی کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ ہاں ایمان دار اس بری خصلت سے محفوظ رہتے ہیں۔ وہ دکھ درد میں صبر و استقامت سے کام لیتے ہیں۔ راحت و آرام میں اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ یہ صبر پر مغفرت اور نیکی پر ثواب پاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومن کو کوئی سختی، کوئی مصیبت، کوئی دکھ، کوئی غم ایسا نہیں پہنچتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف نہ فرماتا ہو یہاں تک کہ کاٹنا لگنے پر بھی۔

صحیحین کی ایک اور حدیث میں ہے 'مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ سراسر بہتری بہتر ہوتا ہے۔ یہ راحت پا کر شکر کرتا ہے اور بھلائی سمیٹتا ہے۔ تکلیف اٹھا کر صبر کرتا ہے، نیکی پاتا ہے۔ ایسا حال مومن کے سوا اور کسی کا نہیں ہوتا۔ اسی کا بیان سورہ العصر میں ہے۔ یعنی عصر کے وقت کی قسم تمام انسان نقصان میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کریں اور ایک دوسرے کو دین حق کی اور صبر کی ہدایت کرتے رہیں۔ یہی بیان آیت اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوًّا اِلٰہ میں ہے۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ اِلَيْكَ وَضَاقَ بِہٖ صَدْرُكَ
اَنْ يَقُولُوا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ كَنْزٌ اَوْ جَاءَ مَعَهٗ مَلَكٌۭ اِنَّمَا
اَنْتَ نَذِیْرٌۭ وَاللّٰہُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَكِیْلٌۭ ؕ اَمْ یَقُولُوْنَ اَفْتَرٰہُ
قُلْ فَاتَّبِعُوْا سُوْرَۃَ مِّثْلَہٗ مُفْتَرِیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ؕ فَاَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ
فَاعْلَمُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ وَاَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ فَہَلْ
اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ

پس شاید کہ تو اس وحی کے کسی حصے کو چھوڑ دینے والا ہے جو تیری طرف نازل کی جاتی ہے اور اس سے حیرا دل ٹک ہونے والا ہے صرف ان کی اس بات پر کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترتا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہی آتا؟ سن تو تو صرف ڈرانے والا ہی ہے ہر چیز کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہی ہے ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو کسی نے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سو تیس گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے پاؤں نہ چھوئے، اللہ ہی کے سوا کوئی معبود نہیں ہو ○ پھر اگر وہ قہر ماری اس بات کو قبول نہ کریں تو تم یقین سے جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے اور دراصل اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ○ پس کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟ ○

کافروں کی تنقید کی پرواہ نہ کریں ☆ ☆ (آیت: ۱۲-۱۳) کافروں کی زبان پر جو آتا وہی طعنہ بازی رسول اللہ ﷺ پر کرتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے سچے پیغمبر کو دلاسا اور تسلی دیتا ہے کہ آپؐ نہ اس سے کام میں سستی کریں نہ ٹک دل ہوں۔ یہ تو ان کا شیوہ ہے۔ کبھی وہ کہتے

اگر یہ رسولؐ ہے تو کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟ باز اوروں میں کیوں آتا جاتا ہے؟ اس کی ہم نوئی میں کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا؟ اسے کوئی خزانہ کیوں نہیں دیا گیا؟ اس کے کھانے کو کوئی خاص باغ کیوں نہیں بنایا گیا؟ مسلمانوں کو طعنہ دیتے کہ تم تو اس کے پیچھے چل رہے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبرؐ آپ طول خاطر نہ ہوں آزرہ دل نہ ہوں اپنے کام سے نہ رکے انہیں حق کی پکار سنانے میں کوتاہی نہ کیجئے دن رات اللہ کی طرف بلا تے رہئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان کی دکھ دہ باتیں آپؐ کو بری لگتی ہیں۔ آپؐ توجہ بھی نہ کیجئے۔ ایسا نہ ہو آپؐ مایوس ہو جائیں یا تنگ دل ہو کر بیٹھ جائیں کہ یہ آوازے کتے پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ اپنے سے پہلے کے رسولوں کو دیکھئے۔ سب جھٹلائے گئے ستائے گئے اور صابر و ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی مدد آچکی۔

پھر قرآن کا معجزہ بیان فرمایا کہ اس جیسا قرآن لانا تو کہاں؟ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی ساری دنیا مل کر بنا کر نہیں لاسکتی اس لئے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ جیسی اس کی ذات مثال سے پاک ویسے ہی اس کی صفیتیں بھی بے مثال۔ اس کے کلام جیسا حقوق کا کلام ہوئے یا ممکن ہے۔ اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا پاک اور منفرد ہے۔ معبود اور رب صرف وہی ہے۔ جب تم سے یہ نہیں ہو سکتا اور اب تک نہیں ہو سکا تو یقین کر لو کہ تم اس کے بنانے سے عاجز ہو اور دراصل یہ اللہ کا کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کا علم اس کے حکم احکام اس کی روک ٹوک اسی کلام میں ہیں اور ساتھ ہی مان لو کہ معبود برحق صرف وہی ہے۔ پس آؤ اسلام کے معجزے تلے کھڑے ہو جاؤ۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيِّنَتْهَا ثَوَفَ اٰلِهٰمَ فِیْهَا
وَهُمْ فِیْهَا لَا يَبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ
اِلَّا النَّارُ ۝ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

جو شخص دنیا کی زندگی اور اسی کی زینت پر دھما ہوا ہو ہم بھی ایسوں کو ان کے کل اعمال یہیں بھر پور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی ○
ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انھوں نے کیا تھا وہاں سب باطل ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے

○ سب برباد ہوئے

ریا پرستی کے لیے زہر ہے: ☆☆ (آیت: ۱۵-۱۶) ابن عباسؓ فرماتے ہیں ریاکاروں کی نیکیوں کا بدلہ سب کچھ اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ ذرا سی بھی کمی نہیں ہوتی۔ پس جو شخص دنیا میں دکھاوے کے لئے نماز پڑھئے روزے رکھے یا تہجد گزاری کرے اس کا اجر اسے دنیا میں ہی مل کر رہتا ہے۔ آخرت میں وہ خالی ہاتھ اور محض بے عمل اغتصابہ حضرت انسؓ وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں اتری ہے اور مجاہد کہتے ہیں ریاکاروں کے بارے میں اتری ہے۔ الغرض جس کا جو قصد ہو اسی کے مطابق اس سے معاملہ ہوتا ہے۔ دنیا طلبی کے لئے جو اعمال ہوں وہ آخرت میں کارآمد نہیں ہو سکتے۔ مومن کی نیت اور مقصد چونکہ آخرت طلبی ہی ہوتا ہے اللہ ابے آخرت میں اس کے اعمال کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے اور دنیا میں بھی اس کی نیکیاں کام آتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔

قرآن کریم کی آیت مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعٰجِلَةَ الْخِمْ مِیْ بھی اسی کا تفصیلی بیان ہے کہ دنیا طلب لوگوں میں سے جسے ہم جس قدر چاہیں دے دیتے ہیں۔ پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے جہاں وہ ذلیل و خوار ہو کر داخل ہوتا ہے۔ ہاں جس کی طلب آخرت ہو اور بالکل اسی کے

مطابق اس کا عمل بھی ہوا وہ ایمان دار بھی تو ایسے لوگوں کی کوشش کی قدردانی کی جاتی ہے۔ انہیں ہر ایک کو ہم تیرے رب کی عطا سے بڑھاتے رہتے ہیں۔ تیرے پروردگار کا انعام کسی سے رکھا ہوا نہیں۔ تو خود دیکھ لے کہ کس طرح ہم نے ایک کو ایک پر فضیلت بخشی ہے۔ آخرت کیا باعتبار درجوں کے اور کیا باعتبار فضیلت کے بہت ہی بڑی اور زبردست چیز ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے مَنْ كَانَ يُرِيدُ خُرُوجَ الْأَخْصِرَةِ فَنَزَّلَهُ فِي حَرْبِهِ الخ جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم خود اس میں اس کے لئے برکت عطا فرماتے ہیں۔ اور جس کا ارادہ دنیا کی کھیتی کا ہو ہم گواہ اس میں سے کچھ دے دیں لیکن آخرت میں وہ بے نصیب رہ جاتا ہے۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ
مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ ۚ مِنَ
الْأَحْزَابِ ۚ فَالْتَأَمُّ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ
مِن رَّبِّكَ ۚ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۷﴾

کیا وہ شخص جو اپنے رب کے پاس کی دلیل پر ہو اور اس کے متصل ہی اللہ کی طرف کا گواہ ہو اور اس سے پہلے کتاب جو موسیٰ کی پیشوا اور رحمت یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں تمام فرقوں میں سے جو بھی اس کا منکر ہو اس کے آخری وعدے کی جگہ جنم ہے۔ پس تو اس میں کسی قسم کے شبہ میں نہ رہ۔ یقیناً یہ تیرے رب کی جانب سے سراسر حق ہے۔ یہ تو بات ہی اور ہے کہ اکثر لوگ ایمان والے نہیں ہوتے ○

مومن کون ہیں؟ ☆ ☆ (آیت: ۱۷) ان مومنوں کا وصف بیان ہو رہا ہے جو فطرت پر قائم ہیں جو اللہ کی وحدانیت کو دل سے مانتے ہیں۔ جیسے حکم الہی ہے کہ فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا اِلٰہِنا منذ دین حنیف پر قائم کر دے۔ اللہ کی فطرت جس پر اس نے انسانی فطرت پیدا کی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے کہ جانوروں کے بچے صحیح سالم پیدا ہوتے ہیں۔ پھر لوگ ان کے کان کاٹ ڈالتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے میں نے اپنے تمام بندوں کو موصود پیدا کیا ہے لیکن پھر شیطان آ کر انہیں ان کے دین سے بہکا دیتا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے اور انہیں کہتا ہے کہ میرے ساتھ انہیں شریک کریں جن کی کوئی دلیل میں نے نہیں اتاری۔ مسند اور سنن میں ہے کہ ہر بچہ اسطیٰ پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی زبان کھلے الخ۔

پس مومن فطرت اللہ پر ہی باقی رہتا ہے۔ پس ایک تو فطرت اس کی صحیح سالم ہوتی ہے۔ پھر اس کے پاس اللہ کا شاہد آتا ہے یعنی اللہ کی شریعت پیغمبر کے ذریعے پہنچتی ہے جو شریعت حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے ساتھ ختم ہوئی۔ پس شاہد سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں اللہ کی رسالت اولاً حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے اور آپ کے واسطے سے حضرت محمد ﷺ۔ ایک قول میں کہا گیا ہے کہ وہ قول ضعیف ہے۔ اس کا کوئی قائل ثابت ہی نہیں۔ حق بات پہلی ہی ہے۔ پس مومن کی فطرت اللہ کی وحی سے مل جاتی ہے۔ اجمالی طور پر اسے پہلے سے ہی یقین ہوتا ہے پھر شریعت کی تفصیلات کو مان لیتا ہے۔ اس کی فطرت ایک ایک مسئلے کی تصدیق کرتی جاتی ہے۔ پس فطرت سلیم اس کے ساتھ قرآن کی تعلیم جسے حضرت جبرئیل نے اللہ کے نبی کو پہنچایا اور آپ نے اپنی امت کو پھر اس سے پہلے کی ایک اور تائید بھی موجودہ کتاب موسیٰ یعنی تورات جسے اللہ نے اس زمانے کی امت کے لئے پیشوا کی کے قابل بنا کر بھیجی تھی اور جو اللہ کی طرف سے رحمت تھی اس پر جن کا پورا ایمان ہے وہ بالاحوال اس نبی اور اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ کیونکہ اس کتاب نے اس

کتاب پر ایمان لانے کی رہنمائی کی ہے۔ پس یہ لوگ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

پھر پورے قرآن کو یا اس کے کسی حصے کو نہ ماننے والوں کی سزا کا بیان فرمایا کہ دنیا والوں میں سے جو گردہ جو فرقہ اسے نہ مانے خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی کہیں کا ہو کوئی ہو کسی رنگت اور شکل و صورت کا ہو قرآن پہنچا اور نہ مانا وہ جہنمی ہے۔ جیسے رب العالمین نے اپنے نبی کی زبانی اسی قرآن کریم میں فرمایا ہے: لَا تَذَرُكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ بِهِ فَمِنْكُمْ جَمِيعًا لَكُمْ فِيهِ نَسْوَاءٌ مِمَّنْ سَبَّكُمْ فَامْسِكُوا عَلَيْهِنَّ وَلَا تُبْكِسُوا بِهِنَّ وَأُولَئِكَ يَرْجُونَ عَذَابَ اللَّهِ فَاتَّبِعُوا أَمْرَ اللَّهِ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ زُوِيَ لَهُمَا خُذْلًا عَظِيمًا (سورہ احزاب: ۳۶)۔ اور آیت میں ہے قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا لوگوں میں اعلان کر دو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت میں سے جو بھی مجھے سن لے اور پھر مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں میں جو صحیح حدیث سنتا ہوں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ضرور پاتا ہوں۔ مندرجہ بالا حدیث سن کر میں اس تلاش میں لگا کہ اس کی تصدیق قرآن کی کس آیت سے ہوتی ہے تو مجھے یہ آیت ملی۔ پس تمام دین والے اس سے مراد ہیں۔ پھر جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ اس قرآن کے اللہ کی طرف سے سراسر حق ہونے میں تجھے کوئی شک شبہ نہ کرنا چاہیے جیسے ارشاد ہے کہ اس کتاب کے رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور جگہ ہے ذَلِكِ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔

پھر ارشاد ہے کہ اکثر لوگ ایمان سے کورے ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ یعنی گو تیری جانت ہو لیکن یقین کر لے کہ اکثر لوگ مومن نہیں ہوں گے۔ اور آیت میں ہے وَإِنْ نُطْعُ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُلْغُواكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اگرتو دنیا والوں کی اکثریت کی پیروی کرے گا تو وہ تو تجھے راہ اللہ سے ہٹا دیں گے۔ اور آیت میں ہے وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمُ الْإِلَهُسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ یعنی ان پر الہیس نے اپنا گمان بچ کر دکھایا اور سوائے مومنوں کی ایک مختصری جماعت کے باقی سب اسی کے پیچھے لگے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أُولَئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَى رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھ لے یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا۔ خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر ○

اللہ جل شانہ یہ بہتان باندھنے والے ﴿☆﴾ (آیت: ۱۸) جو لوگ اللہ کے ذمے بہتان باندھ لیں ان کا انجام اور قیامت کے دن کی ساری مخلوق کے سامنے ان کی رسوائی کا بیان ہو رہا ہے۔ مندرجہ میں صفوان بن محرز کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھے گا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے حضور سے سنا ہے کہ اللہ عز و جل مومن کو اپنے سے قریب کرے گا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور اے لوگوں کی نگاہوں سے چھپا لے گا اور اسے اس کے گناہوں کا اقرار کرانے کا کہے گا کہ تجھے اپنا ظالم گناہ یاد ہے؟ اور ظالم بھی؟ اور ظالم بھی؟ یہ اقرار کرتا جائے گا یہاں تک کہ سمجھ لے گا کہ بس اب ہلاک ہوا۔ اس وقت ارحم الراحمین فرمائے گا کہ میرے بندے دنیا میں ان پر پردہ ڈالتا

رہا۔ سن آج بھی میں انہیں بخشا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کا عمل نامدا سے دے دیا جائے گا۔ اور کفار اور منافقین پر نواہ پیش ہوں گے جو کہیں گے کہ یہی وہ ہیں جو اللہ پر جھوٹ بولتے تھے۔ یاد رہے کہ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے الخ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ
هُمْ كَفِرُونَ ﴿١٩﴾ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ
لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءٍ يُضَاعِفُ لَهُمْ الْعَذَابُ مَا كَانُوا
يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿٢٠﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ
أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْآخِسُونَ ﴿٢٢﴾

جواہر کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کبھی تلاش کر لیتے ہیں یہی ہیں آخرت کے منکر ﴿۱۹﴾ یہ لوگ دنیا میں اللہ کو ہر اس کے نہ ان کا کوئی حمایتی اللہ کے سوا ہوا ان کے لئے عذاب دگنا کیا جائے گا نہ یہ سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ یہ دیکھتے ہی تھے ﴿۲۰﴾ یہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا اور جن سے اپنا باندھا ہوا افتراء تم ہو گیا ﴿۲۱﴾ بے شک یہی لوگ آخرت میں نیاں کار ہوں گے ﴿۲۲﴾

(آیت: ۱۹-۲۲) یہ لوگ اتباع حق ہدایت اور جنت سے اور دل کو روکتے رہے اور اپنا طریقہ نیز حائر چھای تلاش کرتے رہے۔ ساتھ ہی قیامت اور آخرت کے دن کے بھی منکر ہی رہے۔ اسے ماننا ہی نہیں۔ یاد رہے کہ یہ اللہ کے ماتحت ہیں۔ وہ ان سے ہر وقت انتقام لینے پر قادر ہے۔ اگر چاہے تو آخرت سے پہلے دنیا میں ہی پکڑ لے لیکن اس کی طرف سے تھوڑی سی ذلیل انہیں مل گئی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے بالآخر جب پکڑتا ہے تب چھوڑتا ہی نہیں۔ ان کی سزائیں بڑھتی ہی چلی جائیں گی۔ اس لئے کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں سے انہوں نے کام نہ لیا۔ حق سننے سے کانوں کو بہرہ رکھا۔ حق کی تابعداری سے آنکھوں کو اندھا رکھا۔ جہنم میں جاتے وقت خود ہی کہیں گے کہ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ یعنی اگر سنتے ہوتے، عقل رکھتے ہوتے تو آج دوزخ میں نہ بنتے۔ یہی فرمان آیت الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَلُّوا عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ الخ میں ہے کہ کافروں کے لیے راہ اللہ کی راہ سے روکنے والوں کے لیے عذاب پر عذاب بڑھتا چلا جائے گا۔ ہر ایک حکم عدولی پر ہر ایک برائی کے کام پر سزا بھگتیں گے۔

پس صحیح قول یہی ہے کہ آخرت کی نسبت کے اعتبار سے کفار بھی فروع شرع کے مکلف ہیں۔ یہی ہیں وہ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور خود اپنے تئیں جہنمی بنایا۔ جہاں کا عذاب ذرا سی دیر بھی ہلکا نہیں ہوگا۔ آگ کے شعلے کم ہونے تو کہاں اور تیز ہوتے جائیں گے جنہیں انہوں نے گھڑ لیا تھا یعنی بت اور اللہ کے شریک وغیرہ آج وہ ان کے کسی کام نہ آئیں گے بلکہ نظر بھی نہ پڑیں گے بلکہ اور نقصان پہنچائیں گے۔ وہ تو ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کے شرک سے صاف مکر جائیں گے۔ گویا انہیں باعث عزت سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ان کے لئے باعث ذلت ہیں۔ کھلے طور پر اس بات کا قیامت کے دن انکار کر دیں گے کہ ان شرکوں نے انہیں پوجا۔ یہی ارشاد ظلیل الرحمان کا اپنی قوم سے تھا کہ ان بتوں سے گوتم دنیوی تعلقات وابستہ رکھو لیکن قیامت کے دن ایک دوسرے کا انکار کر دیں گے اور ایک دوسرے پر

لعنت کرنے لگیں گے۔ اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اور کوئی کسی کو کوئی مدد نہ پہنچائے گا۔

یہی مضمون آیت اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا اِلٰخ میں ہے یعنی اس وقت پیشوا لوگ اپنے مریدوں سے دست بردار ہو جائیں گے۔ عذاب الہی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور باہمی تعلقات سب منقطع ہو جائیں گے۔ اسی قسم کی کار بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ وہ بھی ان کی ہلاکت اور نقصان کی خبر دیتی ہیں۔ یقیناً یہی لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے۔ جنت کے درجوں کے بدلے انہوں نے جہنم کے گڑھے لئے۔ اللہ کی نعمتوں کے بدلے لجنہم کی آگ قبول کی۔ میٹھے ٹھنڈے خوشگوار مٹی پانی کے بدلے لجنہم کا آگ جیسا کھوٹا ہوا گرم پانی نہیں ملا۔ حور عین کے بدلے لہو پیپ اور بلند بالا محلات کے بدلے دوزخ کے تنگ مقامات انہوں نے لئے رب رحمان کی نزدیکی اور دیدار کے بدلے اس کا غضب اور سزا انہیں ملی۔ بے شک یہاں یہ سخت گھاٹے میں رہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآخَبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ
أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٢٥﴾ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ
كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصْمَىٰ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا
أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کئے اور اپنے پالنے والے کی طرف جھکتے رہے وہی جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں ○ ان دونوں فرقوں کی مثال اندھے بہرے اور دیکھتے سنتے جیسی ہے کیا دونوں مثال میں برابر ہو؟ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ○

عقل و ہوش اور ایمان والے لوگ: ☆ ☆ (آیت: ۲۳-۲۴) بروں کے ذکر کے بعد اچھے لوگوں کا بیان ہو رہا ہے جن کے دل ایمان والے، جن کے جسمانی اعضاء فرمان برداری کرنے والے تھے، قول و فعل سے فرمان رب بجالانے والے اور رب کی نافرمانی سے بچنے والے تھے۔ یہ لوگ جنت کے وارث ہوں گے۔ بلند و بالا بالا خانے، بچے بچھے تخت، جھکے ہوئے خوش اور میوؤں کے درخت، ابھرے ابھرے فرش، خوبصورت بیویاں، قسم قسم کے خوش ذائقہ پھل، چاہت کے لذیذ کھانے پینے اور سب سے بڑھ کر دیدار الہی۔ یہ نعمتیں ہوں گی جو ان کے لئے پیشگی لئے ہوئے ہوں گی۔ نہ انہیں موت آئے نہ بڑھا پانہ نہ بیماری نہ غفلت نہ پاخانہ نہ پیوٹاب نہ تھوک نہ ناک نہ مکھ بو والا پسینہ نہ یا اور غذا ہضم۔ پہلے بیان کردہ کافر شرکی لوگ اور یہ مومن متقی لوگ بالکل وہی نسبت رکھتے ہیں جو اندھے بہرے اور جینا اور سننے میں ہے۔ کافر دنیا میں حق کو دیکھنے میں اندھے تھے اور آخرت کے دن بھی بھلائی کی راہ نہیں پائیں گے نہ اسے دیکھیں گے۔ وہ حقانیت کی دلیلوں کے سننے سے بہرے تھے نفع دینے والی بات سننے ہی نہ تھے اگر ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور سنا تا۔ اس کے برخلاف مومن سمجھ دار، ذکی، عاقل، عالم، دیکھتا، سمجھتا، سوچتا، سمجھتا، حق و باطل میں تیز کرتا۔ بھلائی لے لیتا، برائی چھوڑ دیتا، دلیل اور شبہ میں فرق کر لیتا اور باطل سے بچتا، حق کو مانتا۔ بتلائیے یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ تعجب ہے کہ پھر بھی تم ایسے دو مختلف شخصوں میں فرق نہیں سمجھتے۔ ارشاد ہے لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ الخ دوزخی اور جنتی ایک نہیں ہوتے۔ جنتی تو بالکل کامیاب ہیں۔ اور آیت میں ہے اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں، اندھیرا اور اجالا برابر نہیں، سایہ اور دھوپ برابر نہیں، دندہ اور مردہ برابر نہیں۔ اللہ تو جسے چاہے سنا سکتا ہے تو قبر والوں کو سنائیں سکتا۔ تو تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے۔ ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، ہر امرت

میں ڈرانے والا ہو چکا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٦﴾
لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمِ الِئِمِّ ﴿٥٧﴾
فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا تَرِيدُ إِلَّا بَشَرًا
مِثْلَنَا وَمَا تَرِيدُ أَتَتَّبِعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَادُوا أَنْ يُبَادُوا
الرَّأْيَ وَمَا تَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ﴿٥٨﴾

یقیناً ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ میں تمہیں صاف صاف ہوشیار کر دینے والا ہوں ○ کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو مجھے تو تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے ○ اس کی قوم کے کافروں کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور تیرے تابعداروں کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے کین موئی سمجھ والوں کے اور کوئی نہیں۔ ہم تیری کسی قسم کی برتری اپنے اوپر نہیں دیکھ رہے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھ رہے ہیں ○

آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلا نبی؟ ☆ ☆ (آیت: ۲۵-۲۷) سب سے پہلے کافروں کی طرف رسول بنا کر بت پرستی سے روکنے کے لئے زمین پر حضرت نوح علیہ السلام ہی بھیجے گئے تھے۔ آپؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں۔ اگر تم غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑو گے تو عذابوں میں چھسو گے۔ دیکھو تم صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرتے رہو۔ اگر تم نے خلاف ورزی کی تو قیامت کے دن کے دردناک سخت عذابوں میں مجھے تمہارے لینے کا خوف ہے۔ اس پر قومی کافروں کے رؤساء اور امراء بول اٹھے کہ آپ کوئی فرشتہ تو ہیں نہیں۔ ہم جیسے ہی انسان ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر تم ایک ہی کے پاس وحی آئے۔ اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ایسے روزیل لوگ آپ کے حلقے میں شامل ہو گئے ہیں۔ کوئی شریف اور رئیس آپ کا فرماں بردار نہیں ہوا اور یہ لوگ بے سوچے سمجھے بغیر غور و فکر کے آپ کی مجلس میں آن بیٹھے ہیں اور ہاں میں ہاں ملائے جاتے ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس نئے دین نے تمہیں کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچایا کہ تم خوش حال ہو گئے ہو تمہاری روزیاں بڑھ گئی ہوں یا خلق و خلق میں تمہیں کوئی برتری ہم پر حاصل ہو گئی ہو۔ بلکہ ہمارے خیال سے تو تم سب جھوٹے ہو۔ نیکی اور صلاحیت اور عبادت پر جو وعدے تم ہمیں آخرت کے ملک کی دے رہے ہو ہمارے نزدیک تو یہ سب بھی جھوٹی باتیں ہیں۔ ان کفار کی بے عقلی تو دیکھئے۔ اگر حق کے قبول کرنے والے نچلے طبقہ کے لوگ ہوئے تو کیا اس سے حق کی شان گھٹ گئی؟ حق حق ہی ہے خواہ اس کے ماننے والے بڑے لوگ ہوں خواہ چھوٹے لوگ ہوں۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ حق کی پیروی کرنے والے ہی شریف لوگ ہیں۔ چاہے وہ مسکین مفلس ہی ہوں اور حق سے روگردانی کرنے والے ہی ذلیل اور ذلیل ہیں گو وہ غنی مالدار اور امیر امراء ہوں۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ سچائی کی آواز کو پہلے پہل غریب مسکین لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور امیر کبیر لوگ ناک جھون چڑھانے لگتے ہیں۔

فرمان قرآن ہے کہ تجھ سے پہلے جس جس ہستی میں ہمارے انبیاء آئے وہاں کے بڑے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو جس دین پر پایا ہے ہم تو انہی کی خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔ شاہ روم ہر قل نے جو ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ شریف لوگوں نے اس کی تابعداری کی ہے یا ضعیف لوگوں نے؟ تو اس نے یہی جواب دیا تھا کہ ضعیفوں نے۔ جس پر ہر قل نے کہا تھا کہ رسولوں کے تابعدار یہی

لوگ ہوتے ہیں۔ حق کی فوری قبولیت بھی کوئی عیب کی بات نہیں، حق کی وضاحت کے بعد رائے فکر کی ضرورت ہی کیا بلکہ ہر عقل مند کا کام یہی ہے کہ حق کے سامنے میں سبقت اور جلدی کرے۔ اس میں تامل کرنا جہالت اور کندہ دہنی ہے۔ اللہ کے تمام پیغمبر بہت واضح اور صاف اور کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا، اس میں کچھ نہ کچھ جھجک ضرور پائی، سوائے ابوبکرؓ کے کہ انہوں نے کوئی تردد و تامل نہ کیا، واضح چیز کو دیکھتے ہی فوراً بے جھجک قبول کر لیا۔ ان کا تیسرا اعتراض کہ ہم کوئی برتری تم میں نہیں دیکھتے، یہ بھی ان کے اندھے پن کی وجہ سے ہے۔ اپنی ان کی آنکھیں اور کان نہ ہوں اور ایک موجود چیز کا انکار کریں تو فی الواقع اس کا نہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ تو نہ حق کو دیکھیں نہ حق کو سنیں بلکہ اپنے شک میں غوطے لگاتے رہتے ہیں۔ اپنی جہالت میں ڈبکیاں مارتے رہتے ہیں۔ جموع نے مفتی غالی ہاتھ رڈیل اور نقصانوں والے ہیں۔

قَالَ يَقَوْمِ اَرَأَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَاتَّبَعِي رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهِ فَعَمِيَتْ عَلَيْكُمْ اَنْزَلْنَاهُمْ مِّمَّكَوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كَرِهُونَ ﴿۵۸﴾

نوح نے کہا: میری قوم! والو! مجھے بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل پر ہوا اور مجھے اس نے اپنے پاس کی کوئی نعمت عطا کی ہوئی ہوئی، پھر وہ تمہاری نگاہوں میں نہ آئی تو کیا بردستی میں اسے تمہارے گلے سے منڈھ دوں؟ حالانکہ تم اس سے بیزار ہو رہو

بلا اجرت خیر خواہ سے ناروا سلوک؟ ☆☆ (آیت: ۲۸) حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ گچی نبوت یقین اور واضح چیز میرے پاس تو میرے رب کی طرف سے آچکی۔ بہت بڑی رحمت و نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور وہ تم سے پوشیدہ رہی، تم اسے نہ دیکھ سکتے، نہ تم نے اس کی قدر دانی کی، نہ اسے پہچانا بلکہ بے سوچے سمجھے تم نے اسے دھکے دے دیئے اور اسے جھٹلانے لگ گئے۔ اب بتلاؤ کہ تمہاری اس ناپسندیدگی کی حالت میں میں کیسے یہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں اس کا ماتحت بنادوں؟

وَيَقَوْمِ لَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا اِنْ اَجْرِي اِلَّا عَلَىٰ اللّٰهِ وَمَا اَنَا بِطَارِدٍ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّهُمْ مُّلَقَوْا رَبَّهُمْ وَلٰكِيْنِ اَرٰكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَقَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُهُمْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَلَا اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ﴿۶۱﴾ اِنِّيْٓ اِذَا لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۲﴾

میری قوم! ان لوگوں میں سے اس پر کوئی مال نہیں، مانگنا میرا ثواب تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ نہ میں ایمان داروں کو اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں، انہیں اپنے رب

سے ملنا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت کر رہے ہو ○ میری قوم کے لوگو! اگر میں ان مومنوں کو اپنے پاس سے نکال دوں تو اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کون کر سکتا ہے؟ کیا تم کچھ بھی غور و فکر نہیں کرتے؟ ○ یہی تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ سنو میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں نہ میرا یہ قول ہے کہ جن پر تمہاری نگاہیں ڈلتی ہیں پڑ رہی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے گا ہی نہیں ان کے دل میں جو ہے اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے اگر میں ایسی باتیں کہوں تو یقیناً میرا شمار غالوں میں ہو جائے ○

دعوت حق سب کے لیے یکساں ہے: ☆ ☆ (آیت: ۲۹-۳۰) آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ صحت چھپیں کر رہا ہوں، جتنی خیر خواہی تمہاری کرتا ہوں اس کی کوئی اجرت تو تم سے نہیں مانگتا، میری اجرت تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ تم جو مجھ سے کہتے ہو کہ ان غریب مسکین ایمان والوں کو میں دھکے دیدوں مجھ سے تو یہ کبھی نہیں ہونے کا۔ یہی طلب آنحضرتؐ سے بھی کی گئی تھی جس کے جواب میں یہ آیت اتری لَا تَطْرُدُ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ ۖ اِلٰىٰ يَتَّبِعُ مِجْشَامُ اٰنِے اپنے رب کے پکارنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ نکال۔ اور آیت میں ہے وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ ۖ اِلٰٰ اِٰسٰی طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے آزمایا اور وہ کہنے لگے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم سب کو چھوڑ کر اللہ کا فضل نازل ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نہیں جانتا؟

میرا پیغام اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت ہے: ☆ ☆ (آیت: ۳۱) آپ فرماتے ہیں کہ میں صرف رسول اللہ ہوں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت اور توحید کی طرف اس کے فرمان کے مطابق تم سب کو بلاتا ہوں۔ اس سے میری مراد تم سے مال سنبھالنا نہیں۔ ہر بڑے چھوٹے کے لئے میری دعوت عام ہے۔ جو قبول کرے گا نجات پائے گا۔ اللہ کے خزانوں کے ہیر پھیر کی مجھ میں قدرت نہیں۔ میں غیب نہیں جانتا۔ ہاں جو بات اللہ مجھے معلوم کرادے، معلوم ہو جاتی ہے۔ میں فرشتہ ہونے کا دعوے دار نہیں ہوں۔ بلکہ ایک انسان ہوں جس کی تائید اللہ کی طرف سے معجزوں سے ہو رہی ہے، جنہیں تم رذیل اور ذلیل سمجھ رہے ہو میں تو اس کا قائل نہیں کہ انہیں اللہ کے ہاں ان کی نیکیوں کا بدلہ نہیں ملے گا۔ ان کے باطن کا حال بھی مجھے معلوم نہیں۔ اللہ ہی کو اس کا علم ہے۔ اگر ظاہر کی طرح باطن میں بھی ایمان عار ہیں تو انہیں اللہ کے ہاں ضرور نیکیاں ملیں گی جو ان کے انجام کی برائی کو کہے اس نے ظلم کیا اور جہالت کی بات کہی۔

قَالُوا لَیُّوْحُ قَدْ جَدَلْنَا فَاكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُم بِهٖ اللّٰهُ اِنْ شِآءَ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۝ وَلَا یَنْفَعُكُمْ نَصْحِیْ اِنْ اَرَدْتُ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ ۝ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ اَمْ یَقُولُوْنَ اَفْتَرٰیهِ قُلْ اِنْ اَفْتَرٰیتهُ فَعَلٰی اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْءٌ مِّمَّا تَجْعُرُمُوْنَ ۝

کہنے لگے کہ اے یوحنا تو ہم سے جھگڑا اور خوب ہی جھگڑ چکا اب تو جس چیز سے ہمیں دھمکا رہا ہے وہی ہمارے پاس لے آ کر تو تجوں میں سے ہے ○ جواب دیا کہ اے بھی اللہ ہی نے آگاہہ چاہا ہے ہاں تم اسے دہرانے والے نہیں ہو ○ جہیں میری خیر خواہی کچھ بھی ملے نہیں دے سکتی کوئی بھی تمہاری خیر خواہی کیوں نہ چاہوں بشرطیکہ اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ کرنے کا ہو وہ تم سب کا پروردگار ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے ○ کیا یہ کہتے ہیں؟ کہ اسے خود اسی نے گمراہ کیا

ہے؟ تو جواب دے گا کہ میں نے کھڑ لیا ہوتا میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں ان گناہوں سے تو بری ہوں جو تم کر رہے ہو ○

قوم نوح کی بخلت پسندی کی حماقت: ☆ ☆ (آیت: ۳۲-۳۳) قوم نوح کی بخلت بیان ہو رہی ہے کہ عذاب مانگ بیٹھے کہنے لگے۔ بس تجھیں تو ہم نے بہت سی نیلیں۔ آخری فیصلہ ہمارا یہ ہے کہ ہم تو تیری تابعداری نہیں کرنے کے اب اگر تو سچا ہے تو دعا کر کے ہم پر عذاب لاؤ۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ بھی میرے بس کی بات نہیں اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسے کوئی عاجز کرنے والا نہیں۔ اگر اللہ کا ارادہ ہی تمہاری گمراہی اور بربادی کا ہے تو پھر واقعی میری نصیحت بے سود ہے سب کا مالک اللہ ہی ہے تمام کاموں کی تکمیل اسی کے ہاتھ ہے۔ متصرف، حاکم عادل، غیر ظالم فیصلوں کے امر کا مالک، ابتداء پیدا کرنے والا پھر لوٹانے والا دنیا آخرت کا تنہا مالک وہی ہے۔ ساری مخلوق کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

کفار کا الزام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب: ☆ ☆ (آیت: ۳۵) یہ درمیانی کلام اسے قصے کی سچ میں اس کی تائید اور تقریر کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ کفار تجھ پر اس قرآن کے از خود گھڑ لینے کا الزام لگا رہے ہیں تو جواب دے کہ اگر ایسا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے میں جانتا ہوں کہ اللہ کے عذاب کیسے کچھ ہیں؟ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ پر بھوت افترا گھڑ لوں؟ ہاں اپنے گناہوں کے ذمے دار تم آپ ہو۔

وَأَوْحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَرُبَّ يُؤْمِنٍ مِّنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ
آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٥﴾ وَاصْنَعِ الْفُلَكَ بِأَعْيُنِنَا
وَوَحْيِنَا وَلَا تَخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُّعْرِقُونَ ﴿٣٦﴾
وَيَصْنَعِ الْفُلَكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأَ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ
قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿٣٧﴾
فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ
عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٨﴾

نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ان کے سوا اور کوئی ایمان لائے گا ہی نہیں تو ان کے کاموں پر ٹھیکن نہ ہو ○ اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تیار کرو اور خالوں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کرو ہانی میں ڈوبے جانے والے ہیں ○ نوح علیہ السلام کی کشتی کی تیاری کی حالت میں اس کی قوم کی جو جماعت اس کے پاس سے گزرتی تھی اسے اس کا مذاق اڑاتی اس نے کہا کہ اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی تم پر ایک دن نہیں کے جیسے تم سخر این کر رہے ہو ○ جنہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے سوا کرے اور اس پر عذقی کی سزا اتر آئے ○

قوم نوح کا مانگا ہوا عذاب اسے ملا: ☆ ☆ (آیت: ۳۶-۳۹) قوم نوح نے جب عذابوں کی مانگ جلدی چائی تو آپ نے اللہ سے دعا کی کہ اگلی یا زمین پر کسی کافر کو رہنا بستا نہ چھوڑ۔ پروردگار میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد کر اسی وقت وحی آئی۔ کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اور کوئی اب ایمان نہ لائے گا۔ تو ان پر انفسوں نہ کر نہ ان کا کوئی ایسا خاص خیال کر۔ ہمارے دیکھتے ہی ہماری تعلیم کے مطابق ایک کشتی

تیار کرادرب غالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر، ہم ان کا ڈیوینا مقرر کر چکے۔ بعض سلف کہتے ہیں، حکم ہوا کہ لکڑیاں کاٹ کر کھرا کر تختے بنالو۔ اس میں ایک سو سال گزر گئے، پھر مکمل تیاری میں سو سال اور نکل گئے۔ ایک قول ہے چالیس سال لگے واللہ اعلم۔ امام محمد بن اسحاق توراۃ سے نقل کرتے ہیں کہ ساگ کی لکڑی کی یہ کشتی تیار ہوئی۔ اس کا طول اسی ہاتھ تھا اور عرض پچاس ہاتھ کا تھا۔ اندر باہر سے روغن کیا گیا تھا۔ پانی کاٹنے کے پر پرزے بھی تھے۔ قنادہ کا قول ہے کہ لسانی تین سو ہاتھ کی تھی۔

ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ طول بارہ سو ہاتھ کا تھا اور چوڑائی چھ سو ہاتھ کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ طول دو ہزار ہاتھ اور چوڑائی ایک سو ہاتھ کی تھی۔ واللہ اعلم۔ اس کی اندرونی اونچائی تیس ہاتھ کی تھی۔ اس میں تین درجے تھے۔ ہر درجہ دس ہاتھ اونچا تھا۔ سب سے نیچے کے حصے میں چوپائے اور جنگلی جانور تھے۔ درمیان کے حصے میں انسان تھے۔ اوپر کے حصے میں پرندے تھے۔ ان میں چوڑا دروازہ تھا، اوپر سے بالکل بند تھی۔ ابن جریرؒ نے ایک غریب اثر عبد اللہ بن عباسؓ سے ذکر کیا ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم سے درخواست کی کہ اگر آپ بحکم الہی کسی ایسے مردہ کو جلاتے جس نے کشتی نوح دیکھی ہو تو ہمیں اس سے معلومات حاصل ہوتیں۔ آپ انہیں لے کر چلے۔ ایک میلے پر پہنچ کر وہاں کی مٹی اٹھائی اور فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ہی علم ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ پنڈلی ہے حام بن نوح کی۔ پھر آپ نے اپنی لکڑی اس میلے پر مار کر فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہوا سی وقت ایک بڑھا سا آدمی اپنے سر سے مٹی جھڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تو بڑھا ہے میں مرا تھا؟ اس نے کہا نہیں مرا تو تھا جوانی میں لیکن اب دل پر دہشت بھٹی کی قیامت قائم ہو گئی۔ اس دہشت نے بوڑھا کر دیا۔ آپ نے فرمایا، اچھا حضرت نوح کی کشتی کی بابت اپنی معلومات بیان کرو۔ اس نے کہا، وہ بارہ سو ہاتھ لمبی اور چھ سو ہاتھ چوڑی تھی، تین درجوں کی تھی۔ ایک میں جانور اور چوپائے تھے، دوسرے میں انسان، تیسرے میں پرند۔ جب جانوروں کا گوبر پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہاتھی کی دم ملاؤ۔ آپ کے ہلاتے ہی اس سے خنزیر زادہ نکل آئے اور وہ میلا کھانے لگے۔ چوہوں نے جب اس کے تختے کترنے شروع کئے تو حکم ہوا کہ شیر کی پیشانی پر انگلی لگا۔ اس سے لمبی کا جوڑا نکلا اور چوہوں کی طرف لپکا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو شہروں کے غرقاب ہونے کا علم کیسے ہو گیا؟ اس نے کہا کہ نوح نے کوئے کو خبر لینے کے لئے بھیجا لیکن وہ ایک لاش پر بیٹھ گیا، دیر تک وہ ادھر تک آیا تو آپ نے اس کے لئے ہمیشہ روتے رہنے کی بددعا کی۔ اسی لئے وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا، وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ لے کر آیا اور اپنے بچوں میں خشک مٹی لایا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ شہر ڈوب چکے ہیں۔ آپ نے اس کی گردن میں خصرہ کا طوق ڈال دیا اور اس کے لئے امن و انس کی دعا کی۔ پس وہ گھروں میں رہتا سہتا ہے۔ حواریوں نے کہا کہ اے رسول اللہؐ آپ انہیں ہمارے ہاں لے چلئے کہ ہم میں بیٹھ کر ادب بھی باتیں ہمیں سنائیں۔ آپ نے فرمایا، یہ تمہارے ساتھ کیسے آ سکتا ہے جب کہ اس کی روزی نہیں۔ پھر فرمایا اللہ کے حکم سے جیسا تھا ویسا ہی ہو جاؤ وہ اسی وقت مٹی ہو گیا۔ نوح علیہ السلام تو کشتی بنانے میں لگے اور کافروں کو ایک مذاق ہاتھ لگ گیا۔ وہ چلتے پھرتے انہیں چھیڑتے اور باتیں بناتے اور طعنہ دیتے کیونکہ انہیں جھوٹا جانتے تھے اور عذاب کے وعدے پر انہیں یقین نہ تھا۔ اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام فرماتے، اچھا دل خوش کرلو۔ وقت آ رہا ہے کہ اس کا پورا بدلہ لے لیا جائے۔ ابھی جان لو گے کہ کون اللہ کے عذاب سے دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور کس پر اخروی عذاب آچھتا ہے جو کبھی ٹالے نہ ملے۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۖ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ ۖ وَمَنْ أَمِنٌ ۖ وَمَا أَمِنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿۵﴾

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور اٹھنے لگا ہم نے فرما دیا کہ اس کشتی میں ہر قسم کے جوڑے دو ہرے سوار کرالے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی سوائے ان کے جن پر پہلے سے بات چڑھ چکی ہے اور سب ایمان والوں کو بھی اس کے ساتھ ایمان لانے والے بہت ہی کم تھے ○

قوم نوح پر عذاب الہی کا نزول: ☆ ☆ (آیت: ۴۰) حسب فرمان ربی آسمان سے موسلا دھار لگا تا بارش برسنے لگی اور زمین سے بھی پانی اٹھنے لگا اور ساری زمین پانی سے بھر گئی اور جہاں تک منظور رب تھا پانی بھر گیا اور حضرت نوح کو رب العالمین نے اپنی نگاہوں کے سامنے چلنے والی کشتی پر سوار کر دیا۔ اور کافروں کو ان کے کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ تنور کے اٹھنے سے بقول ابن عباسؓ یہ مطلب ہے کہ روئے زمین سے جسے پھوٹ پڑے یہاں تک کہ آگ کی جگہ تنور میں سے بھی پانی ابل پڑا۔ یہی قول جمہور سلف و خلف کا ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ تنور صبح کا ٹھکانا اور فجر کا روشن ہونا ہے یعنی صبح کی روشنی اور فجر کی چمک لیکن زیادہ غالب پہلا قول ہے۔ مجاہد اور ضعی کہتے ہیں یہ تنور کوٹنے میں تھا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے ہند میں ایک نہر ہے۔ قنات کہتے ہیں بڑ بہرہ میں ایک نہر ہے جسے عین النورہ کہتے ہیں لیکن یہ سب اقوال غریب ہیں۔ الغرض ان علامتوں کے ظاہر ہوتے ہی نوح علیہ السلام کا حکم ہوا کہ اپنے ساتھ کشتی میں جاندار مخلوق میں سے ہر قسم کا ایک ایک جوڑا از مادہ سوار کرالو۔ کہا گیا ہے کہ غیر جاندار کے لئے بھی یہی حکم تھا۔ جیسے نباتات۔ کہا گیا ہے کہ پرندوں میں سب سے پہلے درہ کشتی میں آیا اور سب سے آخر میں گدھا سوار ہونے لگا۔ اٹلیں اس کی دم میں لٹک گیا۔ جب گدھے کے دو اگلے پاؤں کشتی میں آ گئے اور اس نے اپنے پچھلا دھڑ اٹھانا چاہا تو نہ اٹھا سکا کیونکہ دم پر اس ملعون کا بوجھ تھا۔ حضرت نوح جلدی کر رہے تھے۔ یہ بہتیرا چاہتا تھا مگر پچھلے پاؤں چڑھ نہیں سکتے تھے۔ آخر آپ نے فرمایا آج تیرے ساتھ اٹلیں بھی ہو آ یا۔ تب وہ چڑھ گیا اور اٹلیں بھی اس کے ساتھ ہی آ یا۔

بعض سلف کہتے ہیں کہ شیر کو اپنے ساتھ لے جانا مشکل ہو گیا آخر اسے بخار چڑھ آیا تب اسے سوار کر لیا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب تمام مویشی اپنی کشتی میں سوار کر لئے تو لوگوں نے کہا شیر کی موجودگی میں یہ مویشی کیسے آرام سے رہ سکیں گے؟ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار ڈال دیا۔ اس سے پہلے زمین پر یہ بیماری تھی۔ پھر لوگوں نے چوہے کی شکایت کی یہ ہمارا کھانا اور دیگر سب چیزیں خراب کر رہے ہیں تو اللہ کے حکم سے شیر کی چیمک میں سے ایک بلی نکلی جس سے چوہے دبک کر کوئے کھدرے میں بیٹھ رہے۔ حضرت نوح کو حکم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں بٹھا لو مگر ان میں سے جو ایمان نہیں لائے انہیں ساتھ نہ لیتا۔ آپ کا کازحام بھی انہیں کافروں میں تھا۔ وہ الگ ہو گیا۔ یا آپ کی بیوی کہ وہ بھی اللہ رسول کی منکر تھی۔ اور تیری قوم کے تمام مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھالے۔ لیکن ان مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ ساڑھے نو سو سال کے قیام کی طویل مدت میں آپ پر بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کل اسی (۸۰) آدمی تھے جن میں عورتیں بھی تھیں۔^① کعب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب بہتر اشخاص تھے۔ ایک قول ہے صرف دس آدمی تھے۔ ایک قول ہے حضرت نوح تھے اور ان کے تین لڑکے تھے۔ سام حام یافت اور چار عورتیں تھیں۔ تین تو ان تینوں کی بیویاں اور چوتھی حام کی بیوی اور کہا گیا ہے کہ خود حضرت نوح کی بیوی۔ لیکن اس میں نظر ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ حضرت نوح کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہوئی۔ اس لئے کہ وہ اپنی قوم کے دین پر ہی تھی تو جس طرح لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی اسی طرح یہ بھی۔ واللہ اعلم وا حکم۔

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِبَهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ

نوح علیہ السلام نے کہا اس کشتی میں بیٹھ جاؤ۔ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش اور بڑے رحم والا ہے ○

کشتی نوح پر کون کون سوار ہوا؟ ☆ ☆ ☆ (آیت: ۴۱) حضرت نوح جنہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے ان سے فرمایا کہ آؤ اس میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا پانی پر چلنا اللہ کے نام کی برکت سے ہے اور اسی طرح اس کا آخری ٹھہراؤ بھی اسی پاک نام سے ہے۔ ایک قرأت میں مَجْرَهَا و مَرْسَاهَا بھی ہے۔ یہی اللہ کا آپ کو حکم تھا کہ جب تم اور تمہارے ساتھی ٹھیک طرح بیٹھ جاؤ تو کہنا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجَّيْنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○ اور یہ بھی دعا کرنا کہ رَبِّ اَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبَرَّكًا وَاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ اسی لئے مستحب ہے کہ تمام کاموں کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لی جائے خواہ کشتی پر سوار ہونا ہو یا خواہ جانور پر سوار ہونا ہو۔ جیسے فرمان باری ہے کہ اسی اللہ نے تمہارے لئے تمام جوڑے پیدا کئے ہیں اور کشتیاں اور چوپائے تمہاری سواری کے لئے پیدا کئے ہیں کہ تم ان کی پیٹھ پر سواری کرو اُن حدیث میں بھی اس کی تاکید اور رغبت آئی ہے سورہ زخرف میں اس کا پورا بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ طبرانی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت کے لئے ڈوبنے سے بچاؤ ان کے اس قول میں ہے کہ سوار ہوتے ہوئے کہہ لیں بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ پوری آیت بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَهَا و مَرْسَاهَا اِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ اس دعا کے آخر میں اللہ کا وصف غفور و رحیم اس لئے لائے کہ کافروں کی سزا کے مقابلے میں مومنوں پر رحمت و شفقت کا اظہار ہو۔ جیسے فرمان ہے تیرا رب جلد سزا کرنے والا اور ساتھ ہی غفور و رحیم بھی ہے۔ اور آیت میں ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلْعَاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ○ یعنی تیرا پروردگار لوگوں کے گناہوں کو بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں رحمت و انتقام کا بیان ملا جلا ہے۔

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهْمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادٰى نُوحٌ ابْنَهٗ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يُّبْنٰى اَرْكَبْ مَعَنَا وَا لَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِيْنَ

قَالَ سَاوِىٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعَصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُعْرِقِيْنَ

وہ کشتی انہیں لے کر موجوں میں پہاڑ کی طرح جاری تھی۔ نوح نے اپنے لڑکے کو جو ایک کنارے تھا پکار کر کہا کہ بیٹا ارکب معہا اور کافروں میں شامل نہ رہ ○ اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچائے گا نوح نے کہا آج اللہ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں صرف وہی ہیں جس نے اللہ کا رحم ہوا اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج ماحل ہو گئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا ○

(آیت: ۴۲-۴۳) پانی روئے زمین پر پھر گیا ہے، کسی اونچے سے اونچے پہاڑ کی بلند سے بلند چوٹی بھی دکھائی نہیں دیتی بلکہ پہاڑوں سے بھی اوپر پندرہ ہاتھ اور بقولے اسی میل اوپر کو ہو گیا ہے باوجود اس کے کشتی نوح بحکم اللہ برابر صحیح طور پر جاری ہے، خود اللہ اس کا محافظ ہے۔ اور وہ خاص اس کی عنایت و مہر ہے جیسے فرمان ہے **إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكِ فِي الْجَارِيَةِ** الخ یعنی پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے آپ تمہیں کشتی میں چڑھا لیا کہ ہم اسے تمہارے لئے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کا ان سے یاد رکھ لیں۔ اور آیت میں ہے کہ ہم نے تمہیں اس تختوں والی کشتی پر سوار کرایا اور اپنی حفاظت میں پارا تارا اور کافروں کو ان کے کفر کا انجام دکھا دیا اور اسے ایک نشان بنادیا۔ کیا اب بھی کوئی ہے جو عبرت حاصل کرے؟ اس وقت حضرت نوحؑ نے اپنے صاحبزادے کو بلایا۔ یہ آپ کے چوتھے لڑکے تھے۔ اس کا نام حام تھا۔ یہ کافر تھا۔ اسے آپ نے کشتی میں سوار ہونے کے وقت ایمان کی اور اپنے ساتھ بیٹھ جانے کی ہدایت کی تاکہ ڈوبنے سے اور کافروں کے عذاب سے بچ جائے۔ مگر اس بدنیت نے جواب دیا کہ نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں پہاڑ پر چڑھ کر طوفان باران سے بچ جاؤں گا۔ ایک اسرائیلی روایت میں ہے کہ اس نے خشکی کی کشتی بنائی تھی۔ واللہ اعلم۔ قرآن میں تو یہ ہے کہ اس نے یہ سمجھا کہ یہ طوفان پہاڑوں کی چوٹیوں تک نہیں پہنچے گا۔ میں جب جا پہنچوں گا تو یہ پانی میرا کیا بگاڑے گا؟ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ آج عذاب الہی سے کہیں پناہ نہیں وہی بچے گا جس پر اللہ کراہ ہو۔ یہاں عام مصوم کے معنی میں جیسے طاعن مسموم کے معنی میں اور کاسی کسوس کے معنی میں آیا ہے یہ باتیں ہوتی رہی ہیں جو ایک موج آئی اور پھر نوح کو لے ڈوبی۔

**وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَلِيْسَاءِ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءِ
وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ
الظَّالِمِينَ**

فرمادیا گیا کہ اے زمین اپنے پانی کو گلجھا جا اور اے آسمان بس کر۔ ختم جا۔ اسی وقت پانی سکھا دیا گیا اور کام پورا ہو گیا اور کشتی جودی نامی پہاڑ پر جا گئی اور فرمادیا گیا کہ
انصافی کرنے والے لوگوں پر لعنت نازل ہو جو

طوفان نوح علیہ السلام کی روداد: ☆ ☆ (آیت: ۴۴) روئے زمین کے سب لوگ اس طوفان میں جو در حقیقت غضب الہی اور مظلوم متغیر کی بددعا کا عذاب تھا غرق ہو گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ عزوجل نے زمین کو اس پانی کے گلجھ لینے کا حکم دیا جو اس کا اگلا ہوا اور آسمان کا برسیا ہوا تھا۔ ساتھ ہی آسمان کو بھی پانی برسانے سے رک جانے کا حکم ہو گیا۔ پانی گلجھنے لگا اور کام پورا ہو گیا یعنی تمام کافر نابود ہو گئے صرف کشتی والے مومن ہی بچے۔ کشتی بحکم ربی جودی پر رکی۔ مجاہد کہتے ہیں یہ جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔ سب پہاڑ ڈوب دیئے گئے تھے اور یہ پہاڑ بوجھ اپنی عاجزی اور تواضع کے غرق ہونے سے بچ رہا تھا۔ یہیں کشتی نوح لنگر انداز ہوئی۔ حضرت قنادر فرماتے ہیں میں نے بصرہ تک یہیں لگی رہی اور سب اتر گئے اور کشتی لوگوں کی عبرت کے لئے یہیں ثابت و سالم رکھی رہی یہاں تک کہ اس امت کے اول لوگوں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ حالانکہ اس کے بعد کی بہترین اور مضبوط سیٹکڑوں سیٹکڑیوں میں بگڑیں بلکہ راکھ اور خاک ہو گئیں۔ ضحاک فرماتے ہیں جودی نام کا پہاڑ موسیٰ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں طور پہاڑ کو ہی جودی بھی کہتے ہیں۔ زربن جمش کو ابواب کندہ سے داخل ہو کر دائیں طرف کے زاویہ میں نماز بکثرت پڑھتے ہوئے دیکھ کر نوبہ بن سالم نے پوچھا کہ آپ جو جمعہ دن برابر یہاں اکثر نماز پڑھا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ

نے جواب دیا کہ کشتی نوح یہیں لگی تھی۔

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بال بچوں سمیت کل اسی آدمی تھی۔ ایک سو پچاس دن تک وہ سب کشتی میں ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا منہ مکہ شریف کی طرف کر دیا۔ یہاں وہ چالیس دن تک بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ نے جودی کی طرف روانہ کر دیا وہاں وہ ٹھہر گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوئے کو بھیجا کہ وہ خشکی کی خبر لائے۔ وہ ایک مردار کے کھانے میں لگ گیا اور دیکر ادا آپؐ نے ایک کبوتر کو بھیجا۔ وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ اور بچوں میں مٹی لے کر واپس آیا۔ اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ پانی سوکھ گیا ہے اور زمین ظاہر ہو گئی ہے۔ پس آپؐ جودی کے نیچے اترے اور وہیں ایک لہستی کی بنا ڈال دی جسے ثامنین کہتے ہیں۔ ایک دن صبح کو جب لوگ جاگے تو ہر ایک کی زبان بدلی ہوئی تھی۔ ایسی زبانیں بولنے لگے جن میں سب سے اعلیٰ اور بہتر عربی زبان تھی۔ ایک کو دوسرے کا کلام سمجھنا محال ہو گیا۔ نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب زبانیں معلوم کرا دیں۔ آپؐ ان سب کے درمیان مترجم تھے۔ ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیتے تھے۔ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ کشتی نوح مشرق مغرب کے درمیان چل پھر رہی تھی۔ پھر جودی پر ٹھہر گئی۔ حضرت قتادہؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جب کی دسویں تاریخ مسلمان اس میں سوار ہوئے تھے پانچ ماہ تک اسی میں رہے۔ انہیں لے کر کشتی جودی پر مینے تھک تھک رہی تھی۔ آخر حرم کے عاشورے کے دن وہ سب اس میں سے اترے۔ اسی قسم کی ایک مرفوع حدیث بھی ابن جریر میں ہے انہوں نے اس دن روزہ بھی رکھا۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ہے کہ نبی ﷺ نے چند یہودیوں کو عاشورے کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دریائے پارا تار تھا اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا تھا۔ اور اسی دن کشتی نوح جودی پر لگی تھی۔ پس ان دونوں پیغمبروں نے شکر الہی کا روزہ اس دن رکھا تھا۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام کا سب سے زیادہ حق دار میں ہوں اور اس دن کے روزے کا میں زیادہ مستحق ہوں۔ پس آپؐ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ تم میں سے جو آج روزے سے ہو وہ روزہ تو اپنا روزہ پورا کرے اور جو ناشتہ کر چکا ہو وہ بھی باقی دن کچھ نہ کھائے۔ یہ روایت اس سند سے تو غریب ہے لیکن اس کے بعض حصے کے شاہد صحیح حدیث میں بھی موجود ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ظالموں کو خسارہ ہلاکت اور رحمت حق سے دوری ہوئی۔ وہ سب ہلاک ہوئے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ قوم نوح میں سے کسی پر بھی رحم کرنے والا ہوتا تو اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ حضرت نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک ٹھہرے۔ آپؐ نے ایک درخت بویا تھا جو سو سال تک بڑھتا اور بڑا ہوتا رہا۔ پھر اسے کاٹ کر تختے بنا کر کشتی بنائی شروع کی۔ کافر لوگ مذاق اڑاتے کہ یہ اس خشکی میں کشتی کیسے چلائیں گے؟ آپؐ جواب دیتے تھے کہ غریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے جب آپؐ بنا چکے اور پانی زمیں سے اٹھنے اور آسمان سے برسنے لگا اور گیلیاں اور راستے پانی سے ڈوبنے لگے تو اس بچے کی ماں جسے اپنے اس بچے سے غایت درجے کی محبت تھی وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف چلی گئی اور جلدی جلدی اس پر چڑھنا شروع کیا تاہیٰ جسے پر چڑھ گئی لیکن جب اس نے دیکھا کہ پانی وہاں بھی پہنچا تو اور پر کو چڑھی۔ دو تہائی تک پہنچی جب پانی وہاں بھی پہنچا تو اس نے چوٹی پر چا کر دم لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچ گیا۔ جب گردن گردن پانی چڑھ گیا تو اس نے اپنے بچے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اونچا اٹھا لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچا اور ماں بچہ دونوں غرق ہو گئے۔ پس اگر اس دن کوئی کافر بھی نہ بچے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے کہ کعب احبار اور ابن جبیر سے بھی اس بچے اور اس

کی ماں کا بھی قصہ مروی ہے۔

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ
وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَخْكُمُ الْحَكِيمِينَ ۖ قَالَ يُنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ
مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ
لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۖ قَالَ
رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا
تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝

نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہنے لگا کہ میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے۔ اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے ○ اللہ نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے کے لوگوں میں نہیں ہے اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے پرگز اس چیز کو نہ اگنانا چاہئے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں اپنا شمار کرانے سے باز رہے ○ کہنے لگا میرے ہاتھ میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا علم ہی نہ ہو۔ اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو میں تو خرابی والوں میں ہوجاؤں گا ○

نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے لیے نجات کی دعا اور جواب: ☆ ☆ (آیت: ۳۵-۳۷) یاد رہے کہ یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام کی محض اس غرض سے تھی کہ آپ کو صحیح طور پر اپنے ڈوبے ہوئے لڑکے کا حال معلوم ہوجائے۔ کہتے ہیں کہ پروردگار یہ بھی ظاہر ہے کہ میرا لڑکا میری اہل میں سے تھا۔ اور میری اہل کو بچانے کا تیرا وعدہ تھا اور یہ بھی ناممکن کہ تیرا وعدہ غلط ہو۔ پھر یہ میرا بچہ کفار کے ساتھ کیسے غرق کر دیا گیا؟ جواب ملا کہ تیری جس اہل کو نجات دینے کا میرا وعدہ تھا ان میں تیرا یہ بچہ داخل نہ تھا! میرا یہ وعدہ ایمانداروں کی نجات کا تھا۔ میں کہہ چکا تھا کہ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ یعنی تیری اہل کو بھی تو کشتی میں چڑھالے مگر جس پر میری بات بڑھ چکی ہے۔ یہ بوجہ اپنے کفر کے انہی میں سے تھا جو میرے سابق علم میں کفر والے اور ڈوبنے والے مقرر ہو چکے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دراصل حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا تھا ہی نہیں کیونکہ آپ کے لاطن سے نہ تھا۔ بلکہ بدکاری سے تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ آپ کی بیوی کا اگلے گھر کا لڑکا تھا۔ یہ دونوں قول غلط ہیں بہت سے بزرگوں نے صاف لفظوں میں اسے غلط کہا ہے بلکہ ابن عباسؓ اور بہت سے سلف سے منقول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کاری نہیں کی۔

پس یہاں اس فرمان سے کہ وہ تیری اہل میں سے نہیں یہی مطلب ہے کہ تیری جس اہل کی نجات کا میرا وعدہ ہے یہ ان میں سے نہیں۔ یہی بات سچ ہے اور یہی قول اصلی ہے۔ اس کے سوا اور طرف جانا محض غلطی ہے اور ظاہر خطا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت اس بات کو قبول نہیں کر سکتی کہ اپنے کسی نبی کے گھر میں زانیہ عورت دے۔ خیال فرمائیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جنہوں نے بہتان بازی کی تھی ان پر اللہ تعالیٰ کس قدر غضبناک ہوا؟ اس لڑکے کے اہل میں سے نکل جانے کی وجہ خود قرآن نے بیان فرمادی ہے کہ اس کے عمل نیک نہ تھے۔ عکرمہ فرماتے ہیں ایک قرات إِنَّهُ عَمِلَ عَمَلًا غَيْرَ صَالِحٍ ہے۔ مسند کی حدیث میں ہے حضرت اسماءؓ بت بڑید فرماتی ہیں میں نے

رسول اللہ ﷺ کو اِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ پڑھتے سنا ہے اور يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى اَنفُسِهِمْ الخ پڑھتے سنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے سوال ہوا کہ فَخَاتَتْهُمَا کا کیا مطلب ہے؟

آپؐ نے فرمایا اس سے مراد زنا نہیں بلکہ حضرت نوحؑ کی بیوی کی خیانت تو یہ تھی کہ لوگوں سے کہتی تھی یہ بھون ہے۔ اور حضرت لوطؑ کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ جو مہمان آپؐ کے ہاں آتے اپنی قوم کو خیر کر دیتی۔ پھر آپؐ نے آیت اِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ پڑھی۔ حضرت سعید بن جبیرؓ سے جب حضرت نوحؑ کے لڑکے کے بارے میں سوال ہوا تو آپؐ نے فرمایا اللہ چاہے اس نے اسے حضرت نوحؑ کا لڑکا فرمادیا ہے۔ پس وہ یقیناً حضرت نوحؑ کا ثابت النسب لڑکا ہی تھا۔ دیکھو اللہ فرماتا ہے وَنَادٰى نُوحٌ اِبْنَهُ اِنَّهُ اُوْدِيَ بِكَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَوَّلٰى مَا يَدْرِى کہ بعض علماء کا قول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کاری نہیں کی۔ ایسا ہی حضرت مجاہدؓ سے مروی ہے۔ اور یہی ابن جریرؓ کا پسندیدہ ہے۔ اور فی الواقع ٹھیک اور صحیح بات بھی یہی ہے۔

قِيلَ يٰۤاَيُّهَا نُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلٰىكَ وَعَلٰى اٰمِیْمٍ مِّنْ مَّعَكَ
وَاُمَّمٌ سَمِعَتْهُمُ ثَمَّ يَمْسُهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۵

فرمایا گیا کہ اے نوحؑ ہماری طرف کی سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کی بہت سی جماعتوں پر اور بہت سی وہ امیں ہوں گی جنہیں ہم فائدہ تو ضرور پہنچائیں گے لیکن پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا ○

طوفان نوحؑ کا آخری منظر: ☆☆ (آیت: ۲۸) کشتی شہری اور اللہ کا سلام آپؐ پر اور آپؐ کے تمام مومن ساتھیوں پر اور ان کی اولاد میں سے قیامت تک جو ایماندار آنے والے ہیں سب پر نازل ہوا۔ ساتھی کا کافروں کے دنیوی فائدے سے مستفید ہونے اور پھر عذاب میں گرفتار ہونے کا بھی اعلان ہوا۔ پس یہ آیت قیامت تک کے مومنوں کی سلامتی اور برکت اور کافروں کی سزا پر مبنی ہے۔ امام ابن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ جب جناب باری جل شانہ نے طوفان بند کرنے کا ارادہ فرمایا تو روئے زمین پر ایک ہوا بھیج دی جس نے پانی کو ساکن کر دیا اور اس کا بلٹا بند ہو گیا۔ ساتھ ہی آسمان کے دروازے بھی جواب تک پانی پر سارے تھے بند کر دیئے گئے۔ زمین کو پانی کے جذب کر لینے کا حکم ہو گیا اسی وقت پانی کم ہونا شروع ہو گیا اور بقول اہل توراۃ کے ساتویں مینے کی ستر ہویں تاریخ کشتی نوحؑ جودی پر لگی۔ دسویں مینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں کھل گئیں۔ اس کے چالیس دن کے بعد کشتی کے روزن پانی کے اوپر دکھائی دینے لگے۔ پھر آپؐ نے کوئے کو پانی کی تحقیق کے لئے بھیجا لیکن وہ ہلٹ کر نہ آیا۔ آپؐ نے کبوتر بھیجا جو واپس آیا۔ اپنے پاؤں رکھنے کو اسے جگہ نہ ملی آپؐ نے اپنے ہاتھ پر لے کر اسے اندر لے لیا۔ پھر سات دن کے بعد اسے دوبارہ بھیجا۔ شام کو وہ واپس آیا اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ لئے ہوئے تھا۔ اس سے اللہ کے نبی نے معلوم کر لیا کہ پانی زمین سے کچھ ہی اونچا رہ گیا ہے۔ پھر سات دن کے بعد بھیجا۔ اب کی مرتبہ نہ ولونا تو آپؐ نے سمجھ لیا کہ زمین بالکل خشک ہو چکی۔

الغرض پورے ایک سال کے بعد حضرت نوحؑ علیہ السلام نے کشتی کا سرپوش اٹھایا اور آواز آئی کہ اے نوحؑ ہماری نازل کردہ سلامتی کے ساتھ اب اتر آؤ۔ الخ۔

تِلْكَ مِنْ أَثْبَاتِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا
 قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَالْإِلَهِ
 عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ
 غَيْرُهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝ يَقَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا
 إِنْ أَجَرْتُمْنِي فَفِطْرَتِي أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَلْيَقُومُوا اسْتَغْفِرُوا
 رَبَّكُمْ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ
 قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝

یہ خبریں غیب کی خبروں میں ہیں جن کی وحی ہم تیری طرف کرتے ہیں انھیں اس سے پہلے نہ تو تو جانتا تھا نہ تیری قوم پس تو صبر کر تا رہے یقیناً مان کہ انجام کار پر ہیز
 گاروں کے لئے ہی ہے ○ عادیوں کی طرف ان کے بھائی ہود کو ہم نے بھیجا اس نے کہا میری قوم والو! اللہ ہی کی عبادت کیا کرو۔ اس کے ساتھ ہار کوئی معبود نہیں تم تو
 صرف بہتان بازی کر رہے ہو ○ میرے قومی بھائی! تم میں سے اس کی کوئی اجرت نہیں چاہتا میرا اجر اس کے دے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا پھر بھی تم عقل
 سے کام نہیں لینے کے ○ اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے پالنے والے سے اپنی تعصیروں کی معافی طلب کرو اور اس کی جنتا میں توبہ کر دتا کہ وہ برے والے بادل تم
 پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت قوت بڑھا دے۔ تم باوجود گنہگار ہونے کے روگردانی نہ کرو ○

یہ تاریخ ماضی وحی کے ذریعہ بیان کی گئی: ☆ ☆ (آیت: ۳۹) قصہ نوحؑ اور اسی قسم کے گذشتہ واقعات وہ ہیں جو تیرے سامنے نہیں
 ہوئے لیکن بذریعہ وحی کے ہم تجھے ان کی خبر کر رہے ہیں اور تو لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت اس طرح کھول رہا ہے کہ گویا ان کے ہونے
 کے وقت تو وہیں موجود تھا۔ اس سے پہلے نہ تو تجھے ہی ان کی کوئی خبر تھی نہ تیری قوم میں سے کوئی اور ان کا علم رکھتا تھا کہ کسی کو بھی گمان ہو کہ شاید
 تو نے اس سے سکھ لئے ہوں۔ پس صاف بات ہے کہ یہ اللہ کی وحی سے تجھے معلوم ہوئے۔ اور ٹھیک اسی طرح جس طرح اگلی کتابوں میں
 موجود ہیں۔ پس اب تجھے ان کے ستانے جھٹلانے پر مبرورداشت کرنا چاہئے۔ ہم تیری مدد پر ہیں۔ تجھے اور تیرے تابعداروں کو ان پر غلبہ
 دیں گے انجام کے لحاظ سے تم ہی غالب رہو گے۔ یہی طریقہ اور پیغمبروں کا بھی رہا۔

قوم ہود کی تاریخ: ☆ ☆ (آیت: ۵۰-۵۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا انہوں نے
 قوم کو اللہ کی توحید کی دعوت دی۔ اور اس کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ سے روکا۔ اور بتلایا کہ جن کو تم پوجتے ہو ان کی پوجا خود تم سے گھڑی ہے۔
 بلکہ ان کے نام اور وجود تمہارے خیالی ڈھکوسلے ہیں۔ ان سے کہا کہ میں اپنی اس نصیحت کا کوئی بدلہ اور معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ثواب
 میرا رب مجھے دے گا جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تم یہ سوئی بات بھی عقل میں نہیں لاتے؟ کہ یہ دنیا آخرت کی بھلائی کی جہنمیں راہ
 دکھانے والا ہے اور تم سے کوئی اجرت طلب کرنے والا نہیں۔ تم استغفار میں لگ جاؤ گذشتہ گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ اور
 توبہ کرو۔ آئندہ کے لئے گناہوں سے رک جاؤ۔ یہ دونوں باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اس کی روزی اس پر آسان کرتا ہے۔ اس کا کام اس
 پہل کرتا ہے۔ اس کی نشانی کی حفاظت کرتا ہے۔ سنو ایسا کرنے سے تم پر پائشیں برابر عمدہ اور زیادہ برسیں گی اور تمہاری قوت و طاقت میں دن

دوئی رات چوگی برکتیں ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے۔ ہرنگی سے کشادگی عطا فرماتا ہے اور روزی تو ایسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو خود اس کے بھی خواب خیال میں بھی نہ ہو۔

قَالُوا يَهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِ هَيْثَنَا عَنْ قَوْلِكَ
وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ اِنْ نَقُولُ اِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِ هَيْثَنَا
يَسْؤُهُ ۚ قَالَ اِنِّي اَشْهَدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْا اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝
مِنْ دُوْنِهِ فَاَكِيدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنَ ۝ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى
اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اَخَذَ بِنَاصِيَتِهَا ۚ اِنَّ رَبِّيْ
عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

وہ کہنے لگے اے یہود تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ تم جھ پر ایمان لانے والے ہیں ○ بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود کے برے بھجنے میں آگیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ ہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک رب بنارہے ہو ○ اچھا تم سب مل کر میرے حق میں بدی کرو اور مجھے بالکل ہی مہلت نہ دو ○ میرا مجھ و سر صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے جسے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی چوٹیاں وہی تھامے ہوئے ہے یقیناً میرا رب بالکل جگہ راہ پر ہے ○

قوم کے مطالبات: ☆ ☆ (آیت: ۵۳-۵۶) قوم یہود نے اپنے نبی علیہ السلام کی فصاحت سن کر جواب دیا کہ آپ جس چیز کی طرف نہیں بلارہے ہیں اس کی کوئی دلیل و حجت تو ہمارے پاس آپ لائے نہیں۔ اور یہ ہم کرنے سے کہ آپ کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دو اور ہم چھوڑ ہی دیں۔ نہ ہم آپ کو سچا ماننے والے ہیں نہ آپ پر ایمان لانے والے۔ بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ چونکہ تو ہمیں ہمارے ان معبودوں کی عبادت سے روک رہا ہے اور انہیں عیب لگاتا ہے اس لئے جھجھلا کر ان میں سے کسی کی مارتھ پر پڑی ہے۔ تیری عقل چل گئی ہے۔ یہ سن کر اللہ کے نبی نے فرمایا اگر یہی ہے تو سنو میں نہ صرف تمہیں ہی بلکہ اللہ کو بھی گواہ کر کے اعلان کرتا ہوں کہ میں اللہ کے سوا جس جس کی عبادت ہو رہی ہے۔ سب سے بری اور بے زار ہوں۔ اب تم ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی بلالو اور اپنے ان سب جھوٹے معبودوں کو بھی ملا لو۔ اور تم سے جو ہو سکے مجھے نقصان پہنچا دو۔ مجھے کوئی مہلت نہ لینے دو۔ نہ مجھ پر کوئی ترس کھاؤ۔ جو نقصان تمہارے بس میں ہو مجھے پہنچانے میں کمی نہ کرو۔ میرا تو کل ذات رب پر ہے۔ وہ میرا اور تمہارا سب کا مالک ہے۔ ناممکن ہے کہ اس کی فشاء بغیر میرا کڑ کوئی بھی کر سکے۔ دنیا بھر کے جاندار اس کے قبضے میں اور اس کی ملکیت میں ہیں۔ کوئی نہیں جو اس کے حکم سے باہر اس کی بادشاہی سے الگ ہو۔ وہ ظالم نہیں جو تمہارے منصوبے پورے ہونے دے۔ وہ صحیح راستے پر ہے۔ بندوں کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں، مومن پر وہ اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جو مہربانی مال باپ کو اولاد پر ہوتی ہے۔ وہ کریم ہے اس کے کرم کی کوئی حد نہیں۔ اسی وجہ سے بعض لوگ بہک جاتے ہیں اور غافل ہو جاتے ہیں حضرت ہود علیہ السلام کے اس فرمان پر دو بارہ غور کیجئے کہ آپ نے عادیوں کے لئے اپنے اس قول میں تو حیدر بانی کی بہت سی دلیلیں بیان کر دیں۔ بتا دیا کہ جب اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جب اس کے سوا کسی چیز پر کسی کا قبضہ نہیں تو بھروہی ایک مستحق عبادت ٹھہرا۔ اور جن کی عبادت تم اس کے سوا کر رہے ہو وہ سب باطل ٹھہرے۔ اللہ ان سے پاک ہے ملک تصرف قبضہ اختیار اسی کا ہے۔

سب اسی کی مانتی میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْنَهُ شَيْئًا إِنَّ رَبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۷۷﴾
وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَلَبَّيْنَاهُمْ مِّنْ عَذَابِ غَلِيظٍ ﴿۷۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿۷۹﴾
وَاتَّبَعُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ﴿۸۰﴾

پس اگر تم روگردانی کر لو تو کچھ نہیں دیکھنا چاہتا۔ میرا رب تمہارے قائم مقام اور لوگوں کو کر دے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو۔ یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے ○ جب ہمارا حکم پہنچا ہم نے ہود کو اور اس کے مسلمان ساتھیوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات عطا فرمائی اور ہم نے ان سب کو سخت عذاب سے بال بال بچا لیا ○ یہ تھے عادی جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کر دیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ایک سرکش مخالف کے حکم کی تابعداری کی ○ دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ ○ دیکھو قوم عاد نے اپنے رب سے کفر کیا ہودی قوم کے عادیوں پر

لعنت ہو ○

ہود علیہ السلام کا قوم کو جواب: ☆ ☆ (آیت: ۵۷-۶۰) حضرت ہود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنا کام تو میں پورا کر چکا اللہ کی رسالت تمہیں پہنچا چکا اب اگر تم منہ موڑ لو اور نہ مانو تو تمہارا دوا بال تم پر ہی ہے نہ کہ مجھ پر۔ اللہ کو قدرت ہے کہ وہ تمہاری جگہ انہیں دے جو اس کی توحید کو مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔ اسے تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ تمہارا کفر اسے کوئی نقصان نہیں دینے کا۔ بلکہ اس کا دوا بال تم پر ہی ہے۔ میرا رب بندوں پر شاہد ہے۔ ان کے اقوال و افعال اس کی نگاہ میں ہیں۔ آخر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا۔ خیر و برکت سے خالی عذاب و سزا سے بھری ہوئی آندھیاں ان پر طے لگیں۔

اس وقت حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی جماعت مسلمین اللہ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے نجات پا گئے۔ سزاؤں سے بچا گئے۔ سخت عذاب ان پر سے ہٹا لئے گئے۔ یہ تھے عادی جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اللہ کے پیغمبروں کی مان کر نہ دی۔ یہ یاد رہے کہ ایک نبی کا نافرمان کل نبیوں کا نافرمان ہے۔ یہ انہی کی مانتے رہے جو ان میں ضدی اور سرکش تھے۔ اللہ کی اور اس کے مومن بندوں کی لعنت ان پر برس پڑی۔ اس دنیا میں بھی ان کا ذکر لعنت سے ہونے لگا اور قیامت کے دن بھی میدان محشر میں سب کے سامنے ان پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ اور پکار دیا جائے گا کہ عادی اللہ کے منکر ہیں۔ حضرت سدی کا قول ہے کہ ان کے بعد جتنے نبی آئے سب ان پر لعنت ہی کرتے آئے۔ ان کی زبانی اللہ کی لعنتیں بھی ان پر ہوتی رہیں۔

وَالِیْ ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یَقُوْمُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ
مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهُ هُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْهَا
فَاَسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تَوْبُوْا اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۝۱۰
یُّصْلِحْ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا اَتَنْهٰنَا اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ
اَبَاؤُنَا وَاِنَّا لَفِیْ شَکٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝۱۱
اَرَءِیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ وَاَتٰنِیْ مِنْهُ رَحْمَةٌ
فَمَنْ یَنْصُرْنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصٰیْتُهُ فَمَا تَزِیْدُوْنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرِ ۝۱۲

ثمودیوں کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے۔ پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو بے شک میرا رب سب کے پاس ہی ہے اور ہے بھی دعاؤں کا قبول کرنے والا وہ کہنے لگے صالح اس سے پہلے تو تمہ سے بہت کچھ امیدیں لگائے ہوئے تھے۔ کیا تو ہمیں ان کی عبادتوں سے رک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے؟ ہمیں تو اس دین میں شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے۔ ہم تمہیں ہیں اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگوں کا دھڑا دھڑا تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی مضبوط دلیل پہنچاؤں اور اس نے مجھے اپنے پاس کی رحمت عطا کی ہوئی پھر اگر میں نے اس کی نافرمانی کر لی تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے؟ تم تو میرا نقصان ہی بنا رہا ہے ہو

صالح علیہ السلام اور ان کی قوم میں مکالمات: ☆ ☆ (آیت: ۶۱) حضرت صالح علیہ السلام ثمودیوں کی طرف اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ قوم کو آپ نے اللہ کی عبادت کرنے کی اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے باز آنے کی نصیحت کی۔ بتلایا کہ انسان کی ابتدائی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مٹی سے شروع کی ہے۔ تم سب کے باپ دادا آدم علیہ السلام اسی مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ اسی نے اپنے فضل سے تمہیں زمین پر بسایا ہے کہ تم اس میں گزران کر رہے ہو۔ تمہیں اللہ سے استغفار کرنا چاہئے۔ اس کی طرف جھکے رہنا چاہئے۔ وہ بہت ہی قریب ہے۔ اور قبول فرمانے والا ہے۔

باپ دادا کے معبود ہی ہم کو پیارے ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۶۲-۶۳) حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس کا بیان ہو رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تو یہ بات زبان سے نکال۔ اس سے پہلے تو ہماری بہت کچھ امیدیں تھیں سے وابستہ تھیں لیکن تو نے ان سب پر پانی پھیر دیا۔ ہمیں پرانی روش اور باپ دادا کے طریقے اور پوجا پاٹ سے ہٹانے لگا۔ ہمیں تو تیری اس نئی رہبری میں بہت بڑا شک شبہ ہے۔ آپ نے فرمایا سنو میں اعلیٰ دلیل پر ہوں۔ میرے پاس میرے رب کی نشانی ہے مجھے اپنی سچائی پر دلی اطمینان ہے۔ میرے پاس اللہ کی رسالت کی رحمت ہے۔ اب اگر میں تمہیں اس کی دعوت نہ دوں اور اللہ کی نافرمانی کروں اور اس کی عبادت کی طرف تمہیں نہ بلاؤں تو کون ہے جو میری مدد کر سکے؟ اور اللہ کے عذاب سے مجھے بچا سکے؟ میرا ایمان ہے کہ مخلوق میرے کام نہیں آ سکتی تم میرے لئے محض بے سود ہو۔ سوائے نقصان کے تم مجھے اور کیا دے سکتے ہو۔

وَلْيَقُومَ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً قَدْ رَوَّهَا تَاكُلُ فِي أَرْضِ اللَّهِ
وَلَا تَمْسُوهَا بِسَوْءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ۝ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ
تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ۝
فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا
وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝ وَ أَخَذَ
الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جُثَيْنٍ ۝ كَانَ
لَهُمْ يَغْنَوْنَ فِيهَا آلَا إِنَّ ثَمُودَ كَفَرُوا رَبَّهُمْ أَلَا بُعْدًا لِثَمُودَ ۝
وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ
فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ۝

میری قوم والو یہ ہے اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے۔ اب تم اسے اللہ کی زمین میں کھاتی ہوئی چھوڑ دو اور اسے کسی طرح کی ایذا نہ پہنچاؤ ورنہ فوری عذاب تمہیں پکڑ لے گا ○ پھر بھی ان لوگوں نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر اسے مار ڈالا اس پر صالح نے کہا کہ اچھا اب تم اپنے گھروں میں تین دن تک تو رہ سہو۔ یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے ○ پھر جب ہمارا فرمان آ پہنچا ہم نے صالح کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنے فضل سے اس سے بھی بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی یقیناً تیرا درد گرا رہی نہایت توفیق اور غالب ہے ○ ظالموں کو بڑے زور کی کڑک نے آدو بوجا۔ پھر تو وہ اپنے گھروں میں زانوں کے بل مردہ پڑے ہوئے رہ گئے ○ ایسے کہ گویا وہ ہاں کبھی آباد ہی نہ تھے آگاہ رہو کہ ثمودیوں نے اپنے رب سے کفر کیا اس کو ان ثمودیوں پر پھٹکا رہے ○ ہمارے پیچھے ہوئے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر پہنچے اور سلام کہا۔ اس نے بھی جواب سلام دیا اور بغیر کسی دیر کے گائے کے بچے کا بھتا ہوا گوشت لے آیا ○

(آیت ۶۲-۶۸) ان تمام آیتوں کی پوری تفسیر اور ثمودیوں کی ہلاکت کے اور اونٹنی کے مفصل واقعات سورہ اعراف میں بیان ہو

چکے ہیں۔ یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کو بشارت اولاد اور فرشتوں سے گفتگو ☆ ☆ (آیت: ۶۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ فرشتے بطور مہمان بشکل انسان آتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کی خوشخبری اور حضرت ابراہیم کے ہاں فرزند ہونے کی بشارت لے کر اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ وہ آ کر سلام کرتے ہیں۔ آپ ان کے جواب میں سلام کہتے ہیں۔ اس لفظ کو پیش سے کہنے میں علم بیان کے مطابق ثبوت و دوام پایا جاتا ہے۔ سلام کے بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے سامنے مہمان داری پیش کرتے ہیں۔ پچھڑے کا گوشت جسے گرم پتھروں پر سینک لیا گیا تھا لاتے ہیں۔ جب دیکھا کہ ان نووارد مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے ہی نہیں اس وقت ان سے کچھ بدگمان سے ہو گئے اور کچھ دل میں خوف کھانے لگے۔

فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ
 قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ لُّوطٍ ۖ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ
 فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَقَ يَعْقُوبَ ۗ
 قَالَتْ يَوَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا ۚ إِنَّ
 هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۖ قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحِمَتُ
 اللَّهُ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ۖ

اب جو دیکھا کہ ان کے توبہ تھا اسے نہیں لگ رہے تو انھیں انجان پا کر دل ہی دل میں ان سے خوف کرنے لگا انھوں نے کہا ذرا نہیں۔ ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں ○ اس کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس دی تو ہم نے اسے اسحاق کی۔ اور اسحق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی ○ وہ کہنے لگی آہ میرے ہاں کیسے اولاد ہو سکتی ہے؟ میں آپ پوری بڑھیا اور یہ ہیں میرے خاندان بھی بہت بڑی عمر کے یہ تو یقیناً بہت بڑے تعجب کی چیز ہے ○ فرشتوں نے کہا کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کر رہی ہے۔ تم پر اسے اس گھر کے کوٹوالہ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ بے شک اللہ سزاوارحمد و ثنا اور بڑی بزرگوں والا ہے ○

(آیت ۷۱: ۷۳) حضرت سدریٰ فرماتے ہیں کہ ہلاکت قوم لوط کے لئے جو فرشتے بھیجے گئے وہ بصورتِ نوجوان انسان زمین پر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر پر اترے آپ نے انہیں دیکھ کر بڑی تکریم کی جلدی جلدی اپنا پیچھا لے کر اس کو گرم پتھروں پر سینک کر لا حاضر کیا اور خود بھی ان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہؑ کھلانے پلانے کے کام کاج میں لگ گئیں۔ ظاہر ہے کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔ وہ کھانے سے رکے اور کہنے لگے ابراہیم ہم جب تک کسی کھانے کی قیمت نہ دے دیں کھانا نہیں کرتے آپ نے فرمایا ہاں قیمت دے دیجئے۔ انہوں نے پوچھا۔ کیا قیمت ہے آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا اور کھانا کھا کر الحمد للہ کہنا۔ یہی اس کی قیمت ہے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے حضرت میکائیلؑ کی طرف دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ فی الواقع یہ اس قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنا ظلیل بنائے۔ اب بھی جو انہوں نے کھانا شروع نہ کیا تو آپ کے دل میں طرح طرح کے خیالات گزرنے لگے۔ حضرت سارہؑ نے دیکھا کہ خود حضرت ابراہیمؑ ان کے اکرام میں یعنی ان کے کھلانے کی خدمت میں ہیں تاہم وہ کھانا نہیں کھاتے تو ان مہمانوں کی اس عجیب حالت پر انہیں یہاں تک نہ آگئی۔ حضرت ابراہیمؑ کو خوف زدہ دیکھ کر فرشتوں نے کہا! آپ خوف نہ کیجئے۔ اب دہشت دور کرنے کے لئے اصلی واقعہ کھول دیا کہ ہم کوئی انسان نہیں فرشتے ہیں۔ قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ انہیں ہلاک کریں۔

حضرت سارہؑ کو قوم لوط کی ہلاکت کی خبر نے خوش کر دیا۔ اسی وقت انہیں ایک دوسری خوشخبری بھی ملی کہ اس ناامیدی کی عمر میں تمہارے ہاں بچہ ہوگا۔ انہیں یہ بھی تعجب تھا کہ جس قوم پر اللہ کا عذاب اتر رہا ہے وہ پوری غفلت میں ہے۔ الغرض فرشتوں نے آپ کو اسحاق نامی بچہ پیدا ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر اسحاق کے ہاں یعقوب کے ہونے کی بھی ساتھ ہی خوشخبری سنائی۔ اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی تو بشارت دی گئی تھی اور ساتھ ہی ان کے ہاں بھی اولاد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہ سن کر حضرت سارہ علیہ السلام نے عورتوں کی عام عادت کے مطابق اس پر تعجب ظاہر کیا کہ میاں بیوی دونوں کے اس بڑے ہوئے بڑھاپے میں اولاد کبسی؟ یہ تو سخت حیرت کی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا! امر اللہ میں کیا

حیرت؟ تم دونوں کو اس عمر میں ہی اللہ بیٹا دے گا تو تم سے آج تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اور تمہارے میاں کی عمر بھی ڈھل چکی ہے لیکن اللہ کی قدرت میں کمی نہیں۔ وہ جو چاہے ہو کر رہتا ہے اے نبیؐ گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی کثرتیں ہیں، تمہیں اس کی قدرت میں تعجب نہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا
فِي قَوْمٍ لُّوطٍ ۖ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ۖ يَا إِبْرَاهِيمُ
أَعْرِضْ عَنْ هَذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ لَأْتِيهِمْ
عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۖ

جب ابراہیم کا ڈر خوف جاتا رہا اور اسے بشارت بھی پہنچ چکی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں کہنے سننے لگ گیا ○ یقیناً ابراہیم بہت تحمل والا نرم دل اور اللہ کی جانب کھٹنے والا تھا ○ اے ابراہیم اس خیال کو چھوڑ دے تیرے رب کا حکم آپہنچا ہے ان پر لوٹنا چاہنے والا عذاب ضرور آنے والا ہے ○

حضرت ابراہیمؑ کی بردباری اور سفارش: ☆ ☆ (آیت: ۷۳-۷۶) مہمانوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کے دل میں جو دہشت سائی تھی ان کا حال کھل جانے پر وہ دور ہو گئی۔ پھر آپؑ نے اپنے ہاں لڑکا ہونے کی خوش خبری بھی سن لی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے قوم لوط کی ہلاکت کے لئے بھیجے گئے ہیں تو آپؑ فرمانے لگے کہ اگر کسی بستی میں تین سومومن ہوں کیا پھر بھی وہ بستی ہلاک کی جائے گی؟ حضرت جبریل علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کہ اگر چالیس ہوں؟ جواب ملا پھر بھی نہیں۔ دریافت کیا اگر تیس ہوں؟ کہا گیا پھر بھی نہیں۔ یہاں تک کہ تعداد گھٹتا گھٹتا تپانچ کی بابت پوچھا، فرشتوں نے یہی جواب دیا۔ پھر ایک ہی کی نسبت سوال کیا اور یہی جواب ملا تو آپؑ نے فرمایا پھر اس بستی کو حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی میں تم کیسے ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا، ہمیں وہاں حضرت لوطؑ کی موجودگی کا علم ہے۔ اسے اور اس کے اہل خانہ کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچالیں گے۔ اب آپؑ کو اطمینان ہوا اور خاموش ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ بردبار نرم دل اور رجوع رہنے والے تھے اس آیت کی تفسیر پہلے گزر چکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی بہترین صفیں بیان فرمائی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی اس گفتگو اور سفارش کے جواب میں فرمان باری ہوا کہ اب آپؑ اس سے چشم پوشی کیجئے۔ قضاء حق نافذ جاری ہو گئی۔ اب عذاب آئے گا اور وہ لوٹا یا نہ جائے گا۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئَاءَ بِهِمْ ۖ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ
هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۖ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ۖ وَمِنْ قَبْلُ
كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۖ قَالَ يَاقَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ
أَظْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَلَا تُخْزَوْنِ فِي ضَيْفِي ۖ أَلَيْسَ مِنْكُمْ
رَجُلٌ رَّشِيدٌ ۖ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَلَّتِكَ مِنْ حَقٍّ
وَأِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا تُرِيدُ ۖ

جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگین ہو گیا اور دل ہی دل میں کڑھنے لگا اور کہنے لگا کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے ○ اس کی قوم دونوں ہوئی اس کے پاس آج پہنچا وہ تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں جلاتھی لوط نے کہا اسے قوم کے لوگو یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لئے بہت پاکیزہ ہیں۔ اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں؟ ○ انھوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو میری لڑکیوں کی کوئی حاجت نہیں تو ہماری اصلی حاجت سے بخوبی واقف ہے ○

حضرت لوط علیہ السلام کے گھر فرشتوں کا نزول: ☆☆☆ (آیت ۷۷-۷۹) حضرت ابراہیم کو یہ فرشتے اپنا پیغمبر بنا کر وہاں سے چل دیئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ان کی زمین میں یا ان کے مکان میں پہنچے۔ امر دُخول بصورت لڑکوں کی شکل میں تھے تاکہ قوم لوط کی پوری آزمائش ہو جائے حضرت لوط ان مہمانوں کو دیکھ کر قوم کی حالت سامنے رکھ کر شپٹا گئے دل ہی دل میں بیچ و تاب کھانے لگے کہ اگر انہیں مہمان بنانا ہوں تو ممکن ہے خبر پا کر لوگ چڑھ دوڑیں اور اگر مہمان نہیں رکھتا تو یہ انہی کے ہاتھ پڑ جائیں گے زبان سے بھی نکل گیا کہ آج کا دن بڑا اہمیت ناک دن ہے۔ قوم والے اپنی شرارت سے باز نہیں آئیں گے۔ مجھ میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ کیا ہوگا؟ قادی فرماتے ہیں۔ حضرت لوط! اپنی زمین میں تھے کہ یہ فرشتے بصورت انسان آئے اور ان کے مہمان بنے۔ شرما شرمی انکار تو نہ کر سکے اور انہیں لے کر گھر چلے راستے میں صرف اس نیت سے کہ یہ اب بھی واپس چلے جائیں ان سے کہا کہ واللہ یہاں کے لوگوں سے زیادہ برے اور خبیث لوگ اور کہیں نہیں ہیں۔ کچھ دور جا کر پھر یہی کہا۔ غرض گھر پہنچتے تک چار بار یہی کہا۔ فرشتوں کو اللہ کا حکم بھی یہی تھا کہ جب تک ان کا نبی ان کی برائی نہ بیان کرے انہیں ہلاک نہ کرتا۔

سدی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے چل کر دو پہر کو یہ فرشتے منہر سدوم پہنچے۔ وہاں حضرت لوط کی صاحبزادی جو پانی لینے گئی تھیں مل گئیں ان سے انہوں نے پوچھا کہ یہاں ہم کہیں ٹھہر سکتے ہیں؟ اس نے کہا۔ آپ یہیں رکھے۔ میں واپس آ کر جواب دوں گی۔ انہیں ڈر لگا کہ اگر قوم والوں کے ہاتھ یہ لگ گئے تو ان کی بڑی بے عزتی ہوگی۔ یہاں آ کر والد صاحب سے ذکر کیا کہ شہر کے دروازے پر چند پردیسی نو عمر لوگ ہیں میں نے تو آج تک نہیں دیکھے۔ جاؤ اور انہیں ٹھہراؤ ورنہ قوم والے انہیں ستائیں گے۔ اس ہستی کے لوگوں نے حضرت لوط سے کہہ رکھا تھا کہ دیکھو کسی باہر والے کو تم اپنے ہاں ٹھہرایا نہ کرو۔ ہم آپ سب کچھ کر لیا کریں گے۔ آپ نے جب یہ حالت سنی تو جا کر چپکے سے انہیں اپنے گھر لے آئے۔ کسی کو کالوں کا خبر نہ ہونے دی۔ مگر آپ کی بیوی جو قوم سے ملی ہوئی تھی اسی کے ذریعہ بات پھوٹ نکلی۔ اب کیا تھا۔ دوڑے بھاگے آگئے جسے دیکھو خوشیاں مناتا جلدی جلدی لپکتا چلا آتا ہے ان کی تو یہ خوشصلت ہو گئی تھی اس سیاہ کاری کو تو گویا انہوں نے عادت بنا لیا تھا۔ اس وقت اللہ کے نبی انہیں نصیحت کرنے لگے کہ تم اس بدصلت کو چھوڑو۔ اپنی خواہشیں عورتوں سے پوری کرو۔ بناتی یعنی میری لڑکیاں۔ اس لئے فرمایا کہ ہر بنی اپنی امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی ایک اور آیت میں ہے کہ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ ہم تو پہلے ہی آپ کو منع کر چکے تھے کہ کسی کو اپنے ہاں ٹھہرایا نہ کرو۔ حضرت لوط نے انہیں سمجھایا اور دنیا و آخرت کی بھلائی انہیں سمجھائی اور کہا کہ عورتیں ہی اس بات کے لئے موزوں ہیں۔ ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کرنا ہی پاک کام ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنی لڑکیوں کی نسبت یہ فرمایا تھا نہیں بلکہ نبی اپنی پوری امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قادی وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ امام ابن جریز فرماتے ہیں یہ بھی نہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت لوط نے عورتوں سے بے نکاح ملاپ کرنے کو فرمایا ہو۔ نہیں مطلب آپ کا ان سے نکاح کر لینے کے حکم کا تھا۔ فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو میرا کہا مانو عورتوں کی طرف رغبت کرڈان سے نکاح کر کے حاجت روائی کرو۔ مردوں کی طرف اس رغبت سے نہ آؤ اور خصوصاً یہ تو میرے مہمان ہیں میری عزت کا خیال کرو۔ کیا تم میں

ایک بھی بھجدار نیک راہ یافتہ بھلا آدمی نہیں۔ اس کے جواب میں ان سرکشوں نے کہا کہ ہمیں عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہیں۔ یہاں بھی بناتک یعنی تیری لڑکیاں کے لفظ سے مراد قوم کی عورتیں ہیں۔ اور تجھے معلوم ہے کہ ہمارا ارادہ کیا ہے؟ یعنی ہمارا ارادہ ان لڑکوں سے ملنے کا ہے پھر جھڑا اور نصیحت بے سود ہے۔

قَالَ لَوَاتٍ لِّي بِكُمْ قُوَّةٌ أَوْ أُمِّيَ إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ
قَالُوا يَلُوْطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُوْا إِلَيْكَ فَاسْرِ بِأَهْلِكَ
بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَمْرَاتُكَ إِنَّهُ
مُصِيبُهُمَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ
بِقَرِيبٍ ﴿٨١﴾

لوٹ نے کہا 'کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط آسرے کی پناہ میں ہوتا' ○ اب فرشتوں نے کہا 'اے لوط ہم تیرے پروردگار کے پیغمبر ہوئے ہیں۔ تاہم یہ کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں۔ پس تو اپنے والوں کو لے کر کچھ رات رہے نکل کھڑا ہو۔ تم میں سے کسی کو مزکر بھی نہ دیکھنا چاہئے بجز تیری بیوی کے اُسے بھی وہی پہنچے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا' یقیناً ان کے وعدے کا وقت صبح کا ہے 'کیا صبح بالکل نزدیک ہی نہیں؟ ○

لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوتا ہے: ☆ ☆ (آیت: ۸۰-۸۱) حضرت لوط علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میری نصیحت ان پرائز نہیں کرتی تو انہیں دھمکا دیا کہ اگر مجھ میں قوت طاقت ہوتی یا میرا کتبہ قبیلہ زوردار ہوتا تو میں تمہیں تمہاری اس شرارت کا مزہ چکھا دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت ہولوٹ علیہ السلام پر کہ وہ زوردار و قوی کی پناہ لینا چاہتے تھے۔ مراد اس سے ذات اللہ تعالیٰ عز و جل ہے۔ آپ کے بعد پھر جو پیغمبر بھیجا گیا وہ اپنے آبائی وطن میں ہی بھیجا گیا۔ ان کی اس افسردگی کا ملال اور سخت تنگ دلی کے وقت فرشتوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہم تک یا آپ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ آپ رات کے آخری حصے میں اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں سے نکل جائے۔ خود ان سب کے پیچھے رہے۔ اور سیدھے اپنی راہ چلے جائے۔ قوم والوں کی آہ و بکا پر ان کے چیخنے چلانے پر تمہیں مزکر بھی نہ دیکھنا چاہئے۔ پھر اس اثبات سے حضرت لوط کی بیوی کا استنسا کر لیا کہ وہ اس حکم کی پابندی نہ کر سکے گی۔ وہ عذاب کے وقت قوم کی ہائے وائے سن کر مڑ کر دیکھے گی۔ اس لئے کہ رحمانی قضا میں اس کا بھی ان کے ساتھ ہلاک ہونا طے ہو چکا ہے۔ ایک قرات میں الا امراتک تے کی پیش سے بھی ہے۔ جن لوگوں کے نزدیک پیش اور زبردنوں جائز ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آپ کی بیوی بھی یہاں سے نکلے گی آپ کے ساتھ تھی لیکن عذاب کے نازل ہونے پر قوم کا شور سن کر صبر نہ کر سکی۔ مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور زبان سے نکل گیا کہ ہائے میری قوم۔ اسی وقت آسمان سے ایک پتھر اس پر بھی آیا اور وہ ڈھیر ہو گئی۔

حضرت لوط کی مزید تشفی کے لئے فرشتوں نے اس غیبی قوم کی ہلاکت کا وقت بھی بیان کر دیا کہ یہ صبح ہوتے ہی تباہ ہو جائے گی۔ اور صبح اب بالکل قریب ہے۔ یہ کور باطن آپ کا گھر گھرے ہوئے تھے اور ہر طرف سے لپکتے ہوئے آ آتی تھیں تھیں۔ حضرت لوط علیہ السلام دروازے پر کھڑے ہوئے ان لوطیوں کو روک کر رہے تھے جب کسی طرح وہ نہ مانے اور حضرت لوط علیہ السلام آ زورہ خاطر ہو کر تنگ آ گئے اس وقت جبریل علیہ السلام گھر میں سے نکلے اور ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ حضرت حزقیہ بن یحییٰ رضی اللہ

عذاب کا بیان ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان لوگوں کے پاس آئے، انہیں سمجھاتے کہ دیکھو اللہ کا عذاب نذرید و مکر انہوں نے غلیل الرحمن کی بھی نہ مانی۔ یہاں تک کہ عذاب کے آنے کا قدرتی وقت آ پہنچا۔ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ اس وقت اپنے نکیت میں کام کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج کی رات ہم آپ کے مہمان ہیں۔ حضرت جبرئیل کو فرمان رب ہو چکا تھا کہ جب تک حضرت لوط علیہ السلام تین مرتبہ ان کی بد چلتی کی شہادت نہ دے لیں ان پر عذاب نہ کیا جائے۔ آپ جب انہیں لے کر چلے تو چلنے کی خبر دی کہ یہاں کے لوگ بڑے بد ہیں۔ یہ یہ برائی ان میں گھٹی ہوئی ہے۔ کچھ دور اور جانے کے بعد دوبارہ کہا کہ کیا تمہیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ نہیں آہ میں تمہیں کہاں لے جاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا، دیکھو دو مرتبہ یہ کہہ چکے۔ جب انہیں لے کر آپ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج و افسوس سے رو دیئے اور کہنے لگے میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ کس بدی میں مبتلا ہیں؟ روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بری نہیں۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے فرمایا، دیکھو تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بد چلتی کی شہادت دے چکے۔ یاد رکھنا اب عذاب ثابت ہو چکا۔ گھر میں گئے اور یہاں سے آپ کی بڑھیا بیوی اونچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا ہلانے لگی جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے۔ پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں میں نے تو ان سے زیادہ خوبصورت اور ان سے زیادہ خوشبو والے لوگ کبھی دیکھے ہی نہیں۔ اب کیا تھا۔ یہ خوشی خوشی مٹھیاں بند کئے دوڑتے بھاگتے حضرت لوط کے گھر گئے۔ چاروں طرف سے آپ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ نے انہیں قسمیں دیں، نصیحتیں کیں۔ فرمایا کہ عورتیں بہت ہیں۔ لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بد ارادے سے باز نہ آئے۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی اجازت چاہی۔ اللہ کی جانب سے اجازت مل گئی۔ آپ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے۔ آپ کے دو پر ہیں۔ جن پر موتیوں کا جڑاؤ ہے۔ آپ کے دانت صاف چمکتے ہوئے ہیں۔ آپ کی پیشانی اونچی اور بڑی ہے۔ مرجان کی طرح کے دانے ہیں۔ لولو ہیں اور آپ کے پاؤں بزمی کی طرح ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام سے آپ نے فرمادیا کہ ہم تو تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ آپ اس دروازے سے نکل جائیے۔ یہ کہہ کر ان کے منہ پر اپنا پر مارا۔ جس سے وہ اندھے ہو گئے۔ راستوں تک کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی اہل کو لے کر راتوں رات چل دیئے۔ یہی اللہ کا حکم بھی تھا۔ محمد بن کعب قتادہ سدئی وغیرہ کا یہی بیان ہے۔

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَابًا مِّنْ

سِجِّيلٍ مَّنصُودٍ ۖ مُّسَوِّمَةً ۖ عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ

بَعِيدٍ ۝۸۴

مگر جب ہمارا حکم آ پہنچا ہم نے اس بستی کو زیر و بر کردیا۔ اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور اس پر نکلے پتھر برساے جو تہہ بہ تہہ تھے۔ نشان دار تھے۔ تیرے رب کی طرف

سے اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور تھے ○

آج کے ایٹم بم اس وقت کے پتھروں کی بارش: ☆☆ (آیت: ۸۲-۸۳) سورج کے نکلنے کے وقت اللہ کا عذاب ان پر آ گیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہہ و بالا ہو گئی۔ عذاب نے اوپر تلے سے ڈھا کم لیا۔ آسمان سے کچی مٹی کے پتھر ان پر برسے لگے جو سخت وزنی اور بہت

بڑے بڑے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے مسجین مسیحیل دونوں ایک ہی ہیں۔ منضود سے مراد پے بہ پے تہہ بہ تہہ ایک کے بعد ایک کے ہیں۔ ان پتھروں پر قدرتی طور سے ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جس کے نام کا پتھر تھا اسی پر گرنا تھا۔ وہ مثل طوق کے تھے جو سرفی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں کوٹھ میں تھے ان پر بھی وہیں گرے۔ ان میں سے جو جہاں تھا وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور موشیوں سمیت اونچا اٹھالیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں۔ آپ اپنے دانے پر کے کنارے پر ان کی ہستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انہیں زمین پر الٹ دیا۔ ایک ایک دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔ اکے کے دے جو رہ گئے تھے ان کے بیجے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیے اور محض بے نام و نشان کر دیے گئے۔ مذکور ہے کہ ان کی چار بستیاں تھیں۔ ہر بستی میں ایک لاکھ آدمیوں کی آبادی تھی۔ ایک روایت میں ہے تین بستیاں تھیں۔ بڑی بستی کا نام سدوم تھا۔ یہاں کبھی کبھی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آ کر وعظ و نصیحت فرما جایا کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے یہ چیزیں کچھ ان سے دور نہ تھیں۔ سنن کی حدیث میں ہے کہ کو اگر تم لو اوطت کرتا ہوا پاؤ تو اوپر والے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۖ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا الْمَكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ۝ وَيَقَوْمٌ أَوفُوا بِالْمَكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۖ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝

ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم ناپ تول میں بھی کمی نہ کرو میں تو تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھبر لانے والے دن کے عذاب کا خوف بھی ہے ○ اے میری قوم والو ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ پھارو ○ اللہ تعالیٰ کا حلال کیا ہوا نفع تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو میں کچھ تم پر گھبرانے والا نہیں ہوں ○

دارودہ نہیں ہوں ○

اہل مدین کی جانب حضرت شعیبؑ کی آمد ☆ ☆ (آیت ۸۳) عرب کا ایک قبیلہ جو حجاز و شام کے درمیان معان کے قریب رہتا تھا ان کے شہر کا نام اور خدان کا نام بھی مدین تھا۔ ان کی جانب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے۔ آپ ان میں شریف المنسب اور اعلیٰ خاندان کے تھے اور انہی میں سے تھے۔ اسی لئے احاحام کے لفظ سے بیان کیا یعنی ان کے بھائی۔ آپ نے بھی انبیاء کی عادت اور سنت اور اللہ تعالیٰ کے پہلے اور تاکید کی حکم کے مطابق اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی ناپ

تول کی کمی سے روکا کہ کسی کا حق نہ مارو۔ اور اللہ کا یہ احسان یاد دلایا کہ اس نے تمہیں فارغ البال اور آسودہ حال کر رکھا ہے۔ اور اپنا ڈر ظاہر کیا کہ اپنی شرکاء نہ روٹا اور غلامانہ حرکت سے اگر باز نہ آؤ گے تو تمہاری یہ اچھی حالت بد حالی سے بدل جائے گی۔

ناپ تول میں انصاف کرو: ☆ ☆ (آیت: ۸۵-۸۶) پہلے تو اپنی قوم کو ناپ تول کی کمی سے روکا۔ اب لین دین کے دونوں وقت عدل و انصاف کے ساتھ پورے پورے ناپ تول کا حکم دیتے ہیں اور زمین میں فساد اور تباہ کاری کرنے کو منع کرتے ہیں۔ ان میں رہنری اور ڈاکے مارنے کی بدخلصت بھی تھی۔ لوگوں کے حق مار کر نفع اٹھانے سے اللہ کا دیا ہوا نفع بہت بہتر ہے۔ اللہ کی یہ وصیت تمہارے لئے خیریت لئے ہوئے ہے۔ عذاب سے جیسے ہلاکت ہوتی ہے اس کے مقابلے میں رحمت سے برکت ہوتی ہے۔ ٹھیک تول کر پورا ناپ کڑھال سے جو نفع ملے اسی میں برکت ہوتی ہے۔ غبیٹ و طیب میں کیا مساوات؟ دیکھو میں تمہیں ہر وقت دیکھیں رہا۔ تمہیں برائیوں کا ترک اور نیکیوں کا فعل اللہ ہی کے لئے کرنا چاہئے نہ کہ دنیا دکھاوے کے لئے۔

قَالُوا لِيُشْعِبْ أَصْلُوكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرَكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ
نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ﴿٨٧﴾
قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَرَزَقَنِي
مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَمْلِكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَنْهُ
إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿٨٨﴾

انھوں نے جواب دیا کہ اے شعیب کیا تیری تلاوت تجھے ہمیں حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں تو تو بڑا ہی باوقار اور نیک چلن آدمی ہے ○ کہا اے میری قوم دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ظاہر دلیل لئے ہوئے ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہو میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہارا خلاف کرے خود اس کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع ہوں ○

پرانے معبودوں سے دستبرداری سے انکار: ☆ ☆ (آیت: ۸۷) حضرت اعشٰ فرماتے ہیں صلوة سے مراد یہاں قرات ہے۔ وہ لوگ ازراہ مذاق کہتے ہیں کہ وہ آپ اچھے رہے کہ آپ کو آپ کی قرات نے حکم دیا کہ ہم باپ دادوں کی روش کو چھوڑ کر اپنے پرانے معبودوں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں۔ یہ اور بھی لطف ہے کہ ہم اپنے مال کے بھی مالک نہ رہیں کہ جس طرح جو چاہیں اس میں تصرف کریں۔ کسی کو ناپ تول میں کم نہ دیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں واللہ واقعہ یہی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی نماز کا حکم یہی تھا کہ آپ انہیں غیر اللہ کی عبادت اور مخلوق کے حقوق کے غصب سے روکیں۔ ثورنی فرماتے ہیں کہ ان کے اس قول کا مطلب ہے کہ جو ہم چاہیں اپنے مالوں میں کریں یہ ہے کہ زکوٰۃ کیوں دیں؟ نبی اللہ کو ان کا حکم ورشید کہنا ازراہ مذاق و تحارت تھا۔

قوم کو تبلیغ: ☆ ☆ (آیت: ۸۸) آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ دیکھو میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل و حجت اور بصیرت پر قائم

ہوں اور اسی کی طرف تمہیں بلارہا ہوں۔ اس نے اپنی مہربانی سے مجھے بہترین روزی دے رکھی ہے یعنی نبوت یارزق حلال۔ یادوں۔ میری روش تم یہ نہ پاؤ گے کہ تمہیں تو بھلی بات کا حکم کروں اور خود تم سے چھپ کر اس کے برعکس کروں۔ میری مراد تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنی ہے۔ ہاں میرے ارادہ کی کامیابی اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ اور توکل ہے اور اسی کی جانب رجوع توجہ اور جھکتا ہے۔ مسند امام احمد میں ہے حکیم بن معاذ یہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس کے بھائی مالک نے کہا کہ اے معاویہ رسول اللہ ﷺ نے میرے پڑوسیوں کو گرفتار کر رکھا ہے۔ تم آپ کے پاس جاؤ۔ آپ سے تمہاری بات چیت بھی ہو چکی ہے اور تمہیں آپ پہچانتے بھی ہیں۔ پس میں اس کے ساتھ چلا۔ اس نے کہا کہ میرے پڑوسیوں کو آپ رہا کر دیجئے۔ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ غضب ناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: واللہ اگر آپ ایسا جواب دیں گے تو لوگ کہیں گے کہ آپ ہمیں تو پڑوسیوں کے بارے میں اور حکم دیتے ہیں اور آپ خود اس کا خلاف کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: کیا لوگوں نے ایسی بات زبان سے نکالی ہے؟ اگر میں ایسا کروں تو اس کا وبال مجھ پر ہی ہے۔ ان پر تو کوئی نہیں۔ جاؤ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ اور روایت میں ہے کہ اس کی قوم کے چند لوگ کسی شہ میں گرفتار تھے۔ اس پر قوم کا ایک آدمی حاضر حضور ہوا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ خطبہ فرما رہے تھے۔ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کسی چیز سے دوسروں کو روکتے ہیں اور خود اسے کرتے ہیں۔ آپ نے سمجھا نہیں۔ اس لئے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ حضرت بنو نضیر بن حکیم کے دادا کہتے ہیں میں نے بیچ میں بولنا شروع کر دیا کہ اچھا ہے آپ کے کان میں یہ الفاظ نہ پڑیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے منہ سے میری قوم کے لئے کوئی بد دعا نکل جائے کہ پھر انہیں فلاح نہ ملے لیکن رسول اللہ ﷺ برابر اسی کوشش میں رہے یہاں تک کہ آپ نے اس کی بات سمجھ لی اور فرمانے لگے: کیا انہوں نے ایسی بات زبان سے نکالی؟ یا ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے؟ واللہ اگر میں ایسا کروں تو اس کا وبال میرے ہاتھ پر ہے۔ ان پر کچھ نہیں۔ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ اسی قبیل سے وہ حدیث بھی ہے جسے مسند احمد لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میری جانب سے کوئی ایسی حدیث سنو کہ تمہارے دل اس کا انکار کریں اور تمہارے بدن اور بال اس سے علیحدگی کریں یعنی متاثر نہ ہوں اور تم سمجھ لو کہ وہ تم سے بہت دور ہے تو میں اس سے بھی زیادہ دور ہوں۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

حضرت مسروق کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی: کیا آپ بالوں میں جوڑ لگانے کو منع کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کے گھر کی بعض عورتیں تو ایسا کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ایسا ہوتا تو میں نے اللہ سے نیک بندے کی وصیت کی حفاظت نہیں کی۔ میرا ارادہ نہیں کہ جس چیز سے تمہیں روکوں اس کے برعکس خود کروں۔ حضرت ابوسلمان ضمی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے آتے تھے جن میں اوامر و نواہی لکھے ہوئے ہوتے تھے اور آخر میں یہ لکھا ہوتا تھا کہ میں بھی اس میں وہی ہوں جو اللہ کے نیک بندے نے فرمایا کہ میری توفیق اللہ ہی کے فضل سے ہے۔ اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

وَيَقَوْمٌ لَا يَجْرِمُكُمْ شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمُ
نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَمَا قَوْمٌ لَوْ طُغْيَانُكُمْ بَعِيدٌ
وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ

میری قوم کے لوگو! کہیں ایسا نہ ہو کہ میری مخالفت میں آ کر ان عذابوں کے لئے آمادہ ہو جاؤ جو قوم نوح علیہ السلام اور قوم ہود اور قوم صالح کو پہنچے ہیں اور قوم لوط تو تم سے کچھ بھی نہیں دیتیں ○ تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف جھک جاؤ یقیناً مالک میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے ○

میری عداوت میں اپنی بردبادی مت مول لو: ☆ ☆ (آیت: ۸۹-۹۰) فرماتے ہیں کہ میری عداوت اور بغض میں آ کر تم اپنے کفر اور اپنے گناہوں پر جم نہ جاؤ ورنہ تمہیں وہ عذاب پہنچے گا جو تم سے پہلے ایسے کاموں کا ارتکاب کرنے والوں کو پہنچا ہے۔ خصوصاً قوم لوط جو تم سے قریب زمانے میں ہی گذری ہے اور قریب جگہ میں ہے۔ تم اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو۔ آئندہ کے لئے گناہوں سے توبہ کر لو۔ ایسا کرنے والوں پر میرا رب بہت ہی مہربان ہو جاتا ہے اور ان کو اپنا پیارا بنالیتا ہے۔ ابولہٰی کندی کہتے ہیں کہ میں اپنے مالک کا جانور تھا سے کھڑا تھا۔ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپ نے اوپر سے سر بلند کیا اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا: میری قوم کے لوگو! مجھے قتل نہ کرو۔ تم اس طرح تھے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھائی۔

قَالُوا يَشْعِبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرِيكَ
فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بَعِزٌّ
قَالَ يَقَوْمِ أَرَهْطِيْ أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَاءَكُمْ
ظَهْرِيًّا إِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝ وَلَيَقَوْمٍ أَعْمَلُوا عَلَى مَكَانَتِكُمْ
إِنِّيْ عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ
هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوا إِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيبٌ ۝

انہوں نے کہا شعیب تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں اور ہم تو تجھے اپنے اندر بہت کمزوری کی حالت میں پاتے ہیں اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تجھے نکسار کر دیتے۔ ہم تو تجھے کوئی حیثیت والی ہستی نہیں سمجھتے ○ اس نے جواب دیا کہ اے میرے قومی لوگو! کیا تمہارے نزدیک میرے قبیلے کے لوگ اللہ سے بھی زیادہ ذی عزت ہیں کہ تم نے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے؟ یقیناً میرا پروردگار جو کچھ تم کر رہے ہو سب کو گھیرے ہوئے ہے ○ اے قومی بھائیو! اب تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ۔ میں بھی عمل کر رہا ہوں تمہیں غریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اور کون ہے جو جھوٹا ہے؟ تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں ○

قوم مدین کا جواب اور اللہ کا عتاب: ☆ ☆ (آیت: ۹۱-۹۲) قوم مدین نے کہا کہ اے شعیب آپ کی اکثر باتیں ہماری سمجھ میں تو آتی ہیں۔ اور خود آپ بھی ہم میں بے انتہا کمزور ہیں۔ سعید وغیرہ کا قول ہے کہ آپ کی نگاہ کم تھی۔ تھے آپ بہت ہی صاف گو یہاں تک کہ آپ کو خلیب الانبیاء کا لقب حاصل تھا۔ سدئی کہتے ہیں اس وجہ سے کمزور کہا گیا ہے کہ آپ اکیلے تھے۔ مراد اس سے آپ کی حقارت تھی۔ اس لئے کہ آپ کے کتبہ والے بھی آپ کے دین پر نہ تھے۔ کہتے ہیں کہ اگر تیری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تو پتھر مار مار کر تیرا قصہ ہی ختم کر دیتے۔ یا یہ کہ تجھے دل کھول کر برا کہتے۔ ہم میں تیری کوئی قدر و منزلت، رفعت و عزت نہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا بھائیو تم مجھے میری قربات داری کی وجہ سے چھوڑتے ہو۔ اللہ کی وجہ سے نہیں چھوڑتے تو گویا تمہارے نزدیک قبیلے والے اللہ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اللہ کے نبی کو برائی پہنچاتے ہوئے اللہ کا خوف نہیں کرتے؟ انفسو! تم نے کتاب اللہ کو پیچھے پیچھے ڈال دیا۔ اس کی کوئی عظمت و اطاعت تم میں نہ رہی۔ خیر اللہ تعالیٰ

تمہارے تمام حال احوال جانتا ہے۔ وہ تمہیں پورا بدلہ دے گا۔

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ
مِّنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ
جُثَمِينَ ﴿٥٠﴾ كَانَتْ لَمْ يَخُونُوا فِيهَا إِلَّا بَعْدَ الْمَدِينِ كَمَا بَعْدَتْ
ثَمُودُ ﴿٥١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿٥٢﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ
وَمَلَائِكِهِ فَاتَّبَعُوهُ أَمْرٌ فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿٥٣﴾
يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوَرْدُ
الْمَوْرُودُ ﴿٥٤﴾ وَاتَّبِعُوا فِي هَذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ بِئْسَ الرَّفْدُ
الْمَرْفُودُ ﴿٥٥﴾

جب ہمارا عذاب آ پہنچا ہم نے شعیب کو اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو آواز سخت کے عذاب نے دھردبو چا جس سے وہ اپنے گھروں میں ہی اذیر ہو چکے تھے وہ مرنے ہو گئے ○ گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بیسے ہی نہ تھے آگاہ رہو مدین کے لئے بھی دیکھی دوری ہوئی جیسی دوری ثمود کو ہوئی ○ یقیناً ہم نے ہی موسیٰ کو اپنے نشانوں اور روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا تھا ○ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف - پھر بھی ان لوگوں نے فرعون کے احکام کی پیروی کی اور فرعون کا کوئی حکم ٹھیک اور درست تھا ہی نہیں ○ وہ تو قیامت کے دن اپنی قوم کا پیش رو ہو کر ان سب کو دوزخ میں جا کر اکرے گا۔ وہ بہت ہی برا گھات ہے جس پر لا کھڑے کئے گئے ○ ان پر تو اس دنیا میں بھی لعنت چپکادی گئی اور قیامت کے دن بھی برا انعام ہے جو دیا گیا ○

مدین والوں پر عذاب الہی: ☆ ☆ (آیت: ۹۳-۹۵) جب اللہ کے نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو تھک کر فرمایا اچھا تم اپنے طریقے پر چلے جاؤ۔ میں اپنے طریقے پر قائم ہوں۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والے عذاب کن پر نازل ہوتے ہیں؟ اور اللہ کے نزدیک جھوٹا کون ہے؟ تم منتظر رہو۔ میں بھی انتظار میں ہوں۔ آخر اس ان پر بھی عذاب الہی اترا۔ اس وقت نبی اللہ اور مومن بچا دیئے گئے۔ ان پر رحمت رب ہوئی اور ظالموں کو تھس تھس کر دیا گیا۔ وہ جل بجھے۔ بے حس و حرکت رہ گئے۔ ایسے کہ گویا کبھی اپنے گھروں میں آباد ہی نہ تھے۔ اور جیسے کہ ان سے پہلے کے ثمودی تھے۔ اللہ کی لعنت کا باعث بنے۔ ویسے ہی یہ بھی ہو گئے۔ ثمودی ان کے پڑوسی تھے اور گناہ اور بدامنی میں انہی جیسے تھے۔ اور یہ دونوں قومیں عرب ہی سے تعلق رکھتی تھیں۔

قبضی قوم کا سردار فرعون اور موسیٰ علیہ السلام: ☆ ☆ (آیت: ۹۶-۹۹) فرعون سردار قوم قبضہ اور اس کی جماعت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور ظاہر باہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا لیکن انہوں نے فرعون کی اطاعت نہ چھوڑی۔ اسی کی گمراہ روش پر اس کے پیچھے لگے رہے۔ جس طرح یہاں انہوں نے اس کی فرماں برداری ترک نہ کی اور اسے اپنا سردار مانتے رہے اسی طرح قیامت کے دن اسی کے پیچھے یہ ہوں گے اور وہ اپنی پیشوائی میں انہیں سب کو اپنے ساتھ ہی جہنم میں لے جائے گا اور خود گنا عذاب برداشت کرے گا۔ یہی حال بدوں کی تابعداری کرنے والوں کا ہوتا ہے۔ وہ کہیں گے بھی کہ الہی انہی لوگوں نے ہمیں بہکا یا۔ تو انہیں دو گنا عذاب

دے۔ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جاہلیت کے شاعروں کا جھنڈا امر اور انقیس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ انہیں لے کر جہنم کی طرف جائے گا۔ اس آگ کے عذاب۔ پر یہ اور زیادتی ہے کہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ یہ لوگ ابدی لعنت میں پڑے۔ قیامت کے دن کی لعنت مل کر ان پر دو دو لعنتیں پڑ گئیں۔ یہ اور لوگوں کو جہنم کی دعوت دینے والے امام تھے۔ اس لئے ان پر دہری لعنت پڑی۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْفُقَرٰى نَقَضَهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ
وَّحَصِيْدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنَهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَمَا اَغْنَتْ
عَنْهُمْ اِلٰهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ
اَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتٰبٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَخَذَ رَبُّكَ
اِذَا اَخَذَ الْفُقَرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخَذَہُ الْيَمُّ شَدِيْدٌ ۝ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ
مَّجْمُوْعٌ لِّهٖ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝

بستیوں کی یہ بعض خبریں جنھیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں ان میں سے بعض تو موجود ہیں اور بعض بالکل نیا اور ہو گئیں ○ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ خود انھوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا۔ انھیں ان کے ان معبودوں نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے جب کہ تیرے پروردگار کا حکم آپہنچا بلکہ اور ان کا نقصان ہی انھوں نے بڑھایا ○ تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جب کہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے ○ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانِ عبرت ہے جو قیامت کے عذاب سے ڈرتے ہیں وہ دن جس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ وہ دن ہے جس میں سب حاضر کئے جائیں گے ○

عبرت کدے کچھ آباد ہیں کچھ ویران: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۰-۱۰۱) نبیوں اور ان کی امتوں کے واقعات بیان فرما کر ارشاد باری ہوتا ہے کہ یہ ان بستیوں والوں کے واقعات ہیں۔ جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ ان میں سے بعض بستیوں تو اب تک آباد ہیں اور بعض مٹ چکی ہیں۔ ہم نے انہیں ظلم سے ہلاک نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے کفر و تکذیب کی وجہ سے اپنے اوپر اپنے ہاتھوں ہلاکت مسلط کر لی۔ اور جن معبودانِ باطل کے انہیں سہارے تھے وہ بروقت انہیں کچھ کام نہ آ سکے بلکہ ان کی پوجا پات نے انہیں اور غارت کر دیا۔ دونوں جہاں کا وبال ان پر آ پڑا۔

(آیت: ۱۰۲) جس طرح ان ظالموں کی ہلاکت ہوئی ان جیسا جو بھی ہوگا اسی نتیجے کو وہ بھی دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ انساناک اور بہت سختی والی ہوتی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو ڈھیل دے کر پھر پکڑ لیں گے۔ وقت ناگہاں دبا لیتا ہے۔ پھر مہلت نہیں ملتی۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

ہلاکت اور نجات، ٹھوس دلائل: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۳-۱۰۵) کافروں کی اس ہلاکت اور مومنوں کی نجات میں صاف دلیل ہے ہمارے ان وعدوں کی سچائی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کئے ہیں جس دن تمام اول و آخر کے لوگ جمع کئے جائیں گے۔ ایک بھی باقی نہ چھوٹے گا اور وہ بڑا بھاری دن ہوگا۔ تمام فرشتے، تمام رسول، تمام مخلوق حاضر ہوگی۔ حاکمِ حقیقی، عادل کافی انصاف کرے گا۔ قیامت کے قائم

ہونے میں دیر کی وجہ یہ ہے کہ رب یہ بات پہلے ہی مقرر کر چکا ہے کہ اتنی مدت تک دنیا ہی آدم سے آباد رہے گی۔ اتنی مدت خاموشی پر گزرے گی۔ پھر فلاں وقت قیامت قائم ہوگی۔ جس دن قیامت آجائے گی کوئی نہ ہوگا جو اللہ کی اجازت کے بغیر اب بھی کھول سکے۔ مگر جن جن نے اجازت دے اور وہ بھی بابت بھی ٹھیک بولے۔ تمام آوازیں رب جن کے سامنے پست ہوں گی۔

بخاری و مسلم کی حدیث شفاعت میں ہے اس دن صرف رسول ہی بولیں گے اور ان کا کلام بھی صرف یہی ہوگا کہ یا اللہ سلامت رکھ۔ یا اللہ سلامتی دے۔ مجمع مشر میں بہت سے توبہ ہوں گے اور بہت سے نیک۔ اس آیت کے اترنے پر حضرت عمرؓ پوچھتے ہیں کہ پھر یا رسول اللہ ہمارے اعمال اس بنا پر ہیں جس سے پہلے ہی فراغت کر لی گئی ہے یا کسی نئی بنا پر؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس حساب پر جو پہلے سے ختم ہو چکا ہے جو قلم چلا چکا ہے لیکن ہر ایک کے لئے وہی آسان ہوگا جس کے لئے اس کی پیدائش کی گئی ہے۔ (مسند ابویعلیٰ)

وَمَا تُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مُّعَدَّدٍ ۚ يَوْمَ لَا تَكَلُمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَمِنَ النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ۚ خَلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ ۚ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝

اے ہم جو دیر کرتے ہیں وہ صرف ایک ممکن مدت تک ہے ○ جس دن وہ آجائے گی محال نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت بغیر کوئی بات بھی کرے سوا ان میں کوئی تو بد بخت ہوگا اور کوئی نیک بخت ○ لیکن جو بد بخت ہوئے وہ دوزخ میں ہوں گے۔ وہاں ان کی باریک اور موٹی گدھے جیسی آواز ہوگی ○ وہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں بقدر مدت بقائے آسمان و زمین کے۔ سوائے اس وقت کے جو اللہ کا چاہا ہوا ہے یقیناً تیرا رب کرگزرتا ہے جو کچھ چاہے ○

عذاب یافتہ لوگوں کی تجلیں ☆ ☆ (آیت: ۱۰۶-۱۰۷) گدھے کے چنچنے میں جیسے زبر و جم ہوتا ہے ایسی ہی ان کی تجلیں ہوں گی۔ یہ یاد رہے کہ عرب کے محاوروں کے مطابق قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ وہ بھٹکی کے محاورے کو اسی طرح بولا کرتے ہیں کہ یہ بھٹکی والا ہے جب تک آسمان و زمین کو قیام ہے۔ یہ بھی ان کے محاورے میں ہے کہ یہ باقی رہے گا جب تک دن رات کا چکر بندھا ہوا ہے۔ پس ان الفاظ سے بھٹکی مراد ہے نہ کہ قید۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس زمین و آسمان کے بعد دار آخرت میں ان کے سوا اور آسمان و زمین ہو پس یہاں مراد محض ہے سچا نچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر جنت کا آسمان و زمین ہے۔ اس کے بعد اللہ کی منشا کا ذکر ہے جیسے آیت النَّارُ مَثْوً لِّكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ میں ہے۔ اس استثناء کے بارے میں بہت سے قول ہیں جنہیں ابن جوزی نے زاد المسیر میں نقل کیا ہے۔ ابن جریر نے خالد بن معدانؓ ضحاکؓ قتادہؓ اور ابن سنان کے اس قول کو پسند فرمایا ہے کہ موجد گناہ گاروں کی طرف استثناء عام ہے۔ بعض سلف سے اس کی تفسیر میں بڑے ہی غریب اقوال وارد ہوئے ہیں۔ قتادہؓ فرماتے ہیں اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے۔

وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَمِنَ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ ۚ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ عَطَاءٌ غَيْرَ مَجْدُوذٍ ۝

لیکن جو نیک بخت کئے گئے وہ جنت میں ہونگے جہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین باقی رہے مگر جو چاہے تیرا پروردگار بخشش ہے بے انتہا

انبیاء کے فرماں بردار اور جنت: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۸) رسولوں کے تابعدار جنت میں رہیں گے۔ جہاں سے کبھی نکلنا نہ ہوگا۔ زمین و آسمان کی بقا تک ان کی بھی جنت میں بقارہے گی مگر جو اللہ چاہے یعنی یہ بات بذاتیہ واجب نہیں بلکہ اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے پر ہے۔ بقول شحاک وحسن یہ بھی موصد گنہگاروں کے حق میں ہے۔ وہ کچھ مدت جہنم میں گزر کر اس کے بعد وہاں سے نکالے جائیں گے۔ یہ عظیمہ ربانی ہے جو ختم نہ ہوگا۔ نہ گھٹے گا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ کہیں ذکر مشیت سے یہ کھکانہ گزرے کہ بھٹکی نہیں۔ جیسے کہ دوزخیوں کے دوام کے بعد بھی اپنی مشیت اور ارادے کی طرف رجوع کیا۔ سب اس کی حکمت و عدل ہے۔ وہ ہر اس کام کو گزر رہا ہے جس کا ارادہ کرے۔ بخاری و مسلم میں ہے 'موت کو چت کبرے میں نہ لایا جائے گا اور اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر فرما دیا جائے گا کہ اہل جنت تم ہمیشہ رہو گے اور موت نہیں اور اے جہنم والو تمہارے لیے بھٹکی ہے۔ موت نہیں۔

فَلَا تَكُ فِي مَرِيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَؤُلَاءِ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ
آبَاؤُهُمْ مِنْ قَبْلُ وَإِنَّا لَمُوقِفُهُمْ نَصِيبُهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ۖ وَلَقَدْ
آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ
رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ۖ وَإِنَّ
كَلَامَ لِيُوقِنَهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ ۖ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۖ

موتوان چیزوں سے شک شبہ میں نہ رہ جنہیں یہ لوگ پوج رہے ہیں۔ ان کی پوجا تو اسی طرح ہے جس طرح ان کے باپ دادوں کی اس سے پہلے تھی 'ہم ان سب کو ان کا پورا پورا حصہ بغیر کسی کے دینے والے ہی ہیں ○ یقیناً ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی۔ پھر اس میں اختلاف ڈال دیا اگر پہلے ہی تیرے رب کی بات صادر نہ ہوگئی ہوتی تو یقیناً ان میں فیصلہ کر دیا جاتا انہیں تو اس میں شبہ سہا ہی ہے ○ یہ توقع میں ہیں۔ یقیناً ان میں سے ہر ایک جب اس کے روبرو جائے گا تیرا رب اسے اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا جو جو وہ کر رہے ہیں اسے سب خبر ہے ○

مشرکوں کا حشر: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۹-۱۱۱) مشرکوں کے شرک کے باطل ہونے میں ہرگز شبہ تک نہ کرنا۔ ان کے پاس سوائے باپ دادا کی بھونڈی تقلید کے اور دلیل ہی کیا ہے؟ ان کی نیکیاں انہیں دنیا میں ہی مل جائیں گی۔ آخرت میں عذاب ہی عذاب ہوگا۔ جو خیر و شر کے وعدے ہیں سب پورے ہونے والے ہیں۔ ان کے عذاب کا مقررہ حصہ انہیں ضرور پہنچے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی لیکن لوگوں نے تفرقہ ڈالا۔ کسی نے اقرار کیا تو کسی نے انکار کر دیا۔ پس انہی نبیوں جیسا حال آپ کا بھی ہے۔ کوئی مانے گا کوئی ٹالے گا۔ چونکہ ہم وقت مقرر کر چکے ہیں چونکہ ہم بغیر حجت پوری کئے عذاب نہیں کیا کرتے اس لئے یہ تاخیر ہے ورنہ ابھی انہیں ان کے گناہوں کا مزہ یاد آ جاتا۔ کافروں کو اللہ اور اس کے رسول کی باتیں غلط ہی معلوم ہوتی ہیں۔ ان کا شک و شبہ زائل نہیں ہوتا۔ سب کو اللہ جمع کرے گا اور ان کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اس قرآنہ کا بھی معنی اس ہمارے ذکر کردہ معنی کی طرف ہی لوٹتا ہے۔

فَاسْتَقِمُّ كَمَا أَمَرْتُ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَيَمَسَّكُمْ
النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءٍ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝
وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِنْ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ
يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا
يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝

پس تو بجا رہ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو تیرے ساتھ توبہ کر چکے ہیں خبردار تم حد سے نہ بڑھنا۔ اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے ○ دیکھو
ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکتا ورنہ تمہیں بھی آگ کا لوگ جانے گا اور اللہ کے سوا اور تمہارا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دینے جاؤ گے ○ دن کے دنوں
سروں میں نماز پر پار کھ اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیا کرتی ہیں یہ ہے صیحت نصیحت پکانے والوں کے لئے ○ تو صبر کرتا رہ۔ یقیناً
اللہ تعالیٰ نیکی والوں کا جرعہ نہیں کٹا ○

استقامت کی ہدایت ☆ ☆ (آیت ۱۱۲-۱۱۳) استقامت اور سیدھی راہ پر دوام، پختگی اور ثابت قدمی کی ہدایت اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ اور
تمام مسلمانوں کو کر رہا ہے۔ یہی سب سے بڑی چیز ہے۔ ساتھ ہی سرکشی سے روکتا ہے کیونکہ یہی تباہ کرنے والی چیز ہے گو کسی شرک ہی پر کی
گئی ہو۔ پروردگار بندوں کے عمل سے آگاہ ہے۔ مددہستہ اور دین کے کاموں میں سستی نہ کرو۔ شرک کی طرف نہ جھکو۔ شرکین کے اعمال پر
رضامندی کا اظہار نہ کرو۔ ظالموں کی طرف نہ جھکو۔ ورنہ آگ تمہیں پکڑ لے گی۔ ظالموں کی طرف نداری ان کے ظلم پر مدد دے۔ یہ ہرگز نہ کرو۔
اگر ایسا کیا تو کون ہے جو تم سے عذاب الہی بٹائے؟ اور کون ہے جو تمہیں اس سے بچائے۔

اوقات نماز کی نشاندہی ☆ ☆ (آیت ۱۱۳-۱۱۵) ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں دن کے دنوں سرے سے مراد صبح کی اور مغرب کی نماز
ہے۔ قنودہ ضحاکؓ وغیرہ کا قول ہے کہ پہلے سرے سے مراد صبح کی نماز اور دوسرے سے مراد ظہر اور عصر کی نماز۔ رات کی گھڑیوں سے مراد عشاء
کی نماز اور بقول مجاہد وغیرہ مغرب و عشا کی۔ نیکیوں کا کرنا گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سنن میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جس
مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وہ وضو کرے دو رکعت نماز پڑھے تو اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی
اللہ عنہ نے وضو کیا۔ پھر فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا ہے اور آپؐ نے فرمایا ہے جو میرے اس وضو جیسا وضو
کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے۔ تو اس کے تمام اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

مسند میں ہے کہ آپؐ نے پانی مٹھوایا وضو کیا پھر فرمایا میرے اس وضو کی طرح رسول اللہ ﷺ وضو کیا کرتے تھے۔ پھر حضور ﷺ
نے فرمایا جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور کھڑا ہو کر ظہر کی نماز ادا کرے اس کے صبح سے لے کر اب تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں
پھر عصر کی نماز پڑھے تو ظہر سے عصر تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ پھر مغرب کی نماز ادا کرے تو عصر سے لے کر مغرب تک کے گناہ
بخش دیئے جاتے ہیں پھر عشا کی نماز سے مغرب سے عشا تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ سوتا ہے۔ لوٹ پوٹ ہوتا ہے۔ پھر صبح
اٹھ کر نماز فجر پڑھے لینے سے عشا سے لے کر صبح کی نماز تک کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہی ہیں وہ بھلائیوں جو برائیوں کو دور کر

دیتی ہیں۔

صحیح حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے مکان کے دروازے پر ہی نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر دن پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر ذرا سا بھی میل باقی رہ جائے گا۔ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ”بس یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطا میں اور گناہ معاف فرمادیتا ہے“ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک کا کفارہ ہے جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے“۔ مسند احمد میں ہے ”ہر نماز اپنے سے پہلے کی خطاؤں کو مٹا دیتی ہے“ بخاری میں ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت کا لباس لے لیا۔ پھر حضرت ﷺ سے اپنے اس گناہ کی ندامت ظاہر کی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ اس نے کہا ”کیا میرے لئے ہی یہ مخصوص ہے؟ آپؐ نے جواب دیا ”نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے یہی حکم ہے“۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کہا ”میں نے باغ میں اس عورت سے سب کچھ کیا ہاں جماع نہیں کیا۔ اب میں حاضر ہوں۔ جو سزا میرے لئے آپؐ تجویز فرمائیں میں برداشت کر لوں گا“۔ حضور ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی۔ اگر یہ بھی اپنے نفس کی پردہ پوشی کرتا۔ آنحضرت ﷺ برابر اسی شخص کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا۔ اسے واپس بلاؤ۔ جب وہ آگیا تو آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اس پر حضرت معاذؓ نے دریافت کیا کہ کیا یہ اسی کے لئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا ”نہیں بلکہ سب لوگوں کے لئے ہے۔“

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے جس طرح تم میں روزیاں تقسیم فرمائی ہیں اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں“ اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے خوش ہو اور اسے بھی جس سے غضبناک ہو۔ لیکن دین صرف انہی کو دیتا ہے جن سے اسے محبت ہو۔ پس جسے دین مل جائے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے۔ اور بندہ ایماندا نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پردہ پوشی اس کی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں۔ لوگوں نے پوچھا! ایذاں کیا کیں؟ فرمایا دھوکہ اور ظلم۔ سو جو شخص مال حرام کمائے پھر اس میں سے خرچ کرے اللہ اسے برکت سے محروم رکھتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا۔ اور جتنا کچھ اپنے بعد باقی چھوڑے وہ سب اس کے لئے آگ دوزخ کا توشہ بنتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے۔“ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک عورت سودا لینے کے لئے آتی تھی۔ افسوس کہ میں اسے کوٹھڑی میں لے جا کر اس سے بجز جماع کے اور ہر طرح لطف اندوز ہوا۔ اب جو حکم اللہ ہودہ مجھ پر جاری کیا جائے۔“ آپؐ نے فرمایا شاید اس کا خاوند غیر حاضر ہوگا؟ اس نے کہا جی ہاں یہی بات تھی۔ آپؐ نے فرمایا تم جاؤ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی یہی سوال کیا۔ پس آپؐ نے بھی حضرت عمرؓ کی طرح فرمایا پھر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت بیان کی۔ آپؐ نے فرمایا شاید کہ اس کا خاوند اللہ کی راہ میں گیا ہوا ہوگا؟ پس قرآن کریم کی یہ آیت اتری تو وہ کہنے لگا ”کیا یہ خاص میرے لئے ہی ہے؟“ تو حضرت عمرؓ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ”نہیں اس طرح صرف تیری ہی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہو سکتیں بلکہ یہ سب لوگوں کے لئے عام ہے۔“ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمرؓ سچے ہیں۔

ابن جریرؒ میں ہے کہ وہ عورت مجھ سے ایک درہم کی کھجوریں خریدنے آتی تھی تو میں نے اسے کہا کہ اندر کوٹھڑی میں اس سے بہت اچھی کھجوریں ہیں۔ وہ اندر گئی! میں نے بھی اندر جا کر اسے چوم لیا۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو آپؐ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور اپنے نفس پر

پردہ ڈالے رہے۔ لیکن ابوالیاس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے جا کر حضور ﷺ سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا 'افسوس تو نے ایک غازی مرد کی اس کی غیر حاضری میں ایسی خیانت کی۔ میں نے تو یہ سن کر اپنے آپ کو جنبی سمجھ لیا اور میرے دل میں خیال آنے لگا کہ کاش کہ میرا اسلام اس کے بعد کا ہوتا؟ حضور ﷺ نے ذرا سی دیر اپنی گردن جھکا لی۔ اسی وقت حضرت جبرئیل یہ آیت لے کر اترے۔ ابن جریئر میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر حضور ﷺ سے درخواست کی کہ اللہ کی مقرر کردہ حد مجھ پر جاری کیجئے۔ ایک دودھ خاس نے یہ کہا لیکن آپ نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ پھر جب نماز کھڑی ہوئی اور آپ نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ اس نے کہا حضور ﷺ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے اچھی طرح وضو کیا؟ اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا بس تو تو ایسا ہی ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ خبردار اب کوئی ایسی حرکت نہ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ حضرت ابو عثمان کا بیان ہے کہ میں حضرت سلمان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ پکڑ کے اسے جھوڑا تو تمام خشک پتے جھڑ گئے۔ پھر فرمایا 'ابو عثمان تم پوچھتے نہیں ہو کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا ہاں جناب ارشاد ہو۔ فرمایا۔ اسی طرح میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ پھر فرمایا 'جب بندہ مسلمان اچھی طرح وضو کر کے انچوں نمازیں ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے اس خشک شاخ کے پتے جھڑ گئے۔' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ منہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں برائی اگر کوئی ہو جائے تو اس کے پیچھے ہی نیکی کر لو کہ اسے منادے۔ اور لوگوں سے خوش اخلاقی سے ملا کرو۔ اور حدیث میں ہے 'جب تجھ سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے افضل نیکی ہے۔ ابو یعلیٰ میں ہے 'دن رات کے جس وقت میں کوئی لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے نامہ اعمال میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں یہاں تک کہ ان کی جگہ ویسی ہی نیکیاں ہو جاتی ہیں۔' اس کے راوی عثمان ضعف ہے۔ بزار میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حضور ﷺ میں سے کوئی خواہش ایسی نہیں چھوڑی جسے پوری نہ کی ہو۔ آپ نے فرمایا 'کیا تو اللہ کے ایک ہونے کی اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا بس یہ ان سب پر غالب رہے گی۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكَ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ
عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ
وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أَشْرَفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ۝
وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ۝
وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ
مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ
كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝

پس کیوں نہ ہوئے تم سے اگلے زمانے کے لوگوں میں سے ایسے بااوش ذی اثر لوگ جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے بجز ان چند کے جنہیں ہم نے ان میں سے نجات دی تھی تاں عالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انہیں اسودگی دی گئی تھی۔ وہ تھے ہی گنہگار ○ تیرا رب ایسا نہیں کہ کسی ہستی کو ظلم سے ہلاک کرے اور ہوں وہاں کے لوگ نیک کار ○ اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کر دیتا تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے ○ بجز ان کے جن پر

تیرا رب رحم فرمائے انہیں تو اسی لئے پیدا کیا ہے تیرے رب کی یہ بات پوری ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے پر کر دوں گا

نیک کی دعوت دینے والے چند لوگ: ☆ ☆ (آیت: ۱۱۶-۱۱۷) یعنی سوائے چند لوگوں کے ہم گذشتہ زمانے کے لوگوں میں ایسے کیوں نہیں پاتے جو شریروں اور منکروں کو برائیوں سے روکتے رہیں۔ یہی وہ ہیں جنہیں ہم اپنے عذاب سے بچالیا کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس امت میں ایسی جماعت کی موجودگی کا قطعی اور فرضی حکم دیا۔ فرمایا وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ، بھلائی اور نیکی کی دعوت دینے والی ایک جماعت تم میں ہر وقت موجود رہنی چاہئے۔ انخ، ظالموں کا شیوہ یہی ہے کہ وہ اپنی بد عادتوں سے باز نہیں آتے۔ نیک علماء کے فرمان کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے یہاں تک کہ اللہ کے عذاب ان کی بے خبری میں ان پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ بھلی بستیوں پر اللہ کی طرف سے ازراہ ظلم عذاب کبھی آتے ہی نہیں۔ ہم ظلم سے پاک ہیں لیکن خود ہی وہ اپنی جانوں پر مظالم کرنے لگتے ہیں۔

جس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہو: ☆ ☆ (آیت: ۱۱۸-۱۱۹) اللہ کی قدرت کسی کام سے عاجز نہیں۔ وہ چاہے تو سب کو ہی اسلام یا کفر پر جمع کر دے۔ لیکن اس کی حکمت ہے جو انسانی رائے ان کے دین و مذہب جدا جدا برابر جاری و ساری ہیں۔ طریقے مختلف مالی حالات جدا گانہ ایک ایک کے ماتحت یہاں مراد دین و مذہب کا اختلاف ہے۔ جن پر اللہ کا رحم ہو جائے وہ رسولوں کی تابعداری رب تعالیٰ کی حکم برداری میں برابر لگے رہتے ہیں۔ اب وہ نبی آخر الزماں ﷺ کے مطیع ہیں۔ اور یہی نجات پانے والے ہیں۔ چنانچہ مسند و سنن میں حدیث ہے جس کی ہر سند دوسری سند کو تقویت پہنچا رہی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہودیوں کے اکہتر گروہ ہوئے۔ نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ اس امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ سب جہنمی ہیں سوائے ایک جماعت کے۔ صحابہؓ نے پوچھا "یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟" آپؐ نے جواب دیا "وہ جو اس پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب" (متدرک حاکم) بقول عطاء مَخْلُوقَاتِیْنَ سے مراد یہودی نصرائی، یجوسی ہیں اور اللہ کے رحم والی جماعت سے مراد ایک طرف دین اسلام کے مطیع لوگ ہیں۔

قائد کہتے ہیں کہ یہی جماعت ہے گوان کے وطن اور بدن جدا ہوں۔ اور اہل محصیت فرقت و اختلاف والے ہیں گوان کے وطن اور بدن ایک ہی جامع ہوں۔ قدرتی طور پر ان کی پیدائش ہی اسی لئے ہے۔ شقی و مسیح کی ازلی تقسیم ہے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ رحمت حاصل کرنے والی یہ جماعت بالخصوص اسی لئے ہے۔ حضرت طاؤسؓ کے پاس دو شخص اپنا جھگڑا لے کر آئے اور آپس کے اختلاف میں بہت بڑھ گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے جھگڑا اور اختلاف کیا۔ اس پر ایک شخص نے کہا "اسی لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا غلط ہے۔ اس نے اپنے ثبوت میں اسی آیت کی تلاوت کی تو آپؐ نے فرمایا "اس لئے نہیں پیدا کیا کہ آپس میں اختلاف کریں بلکہ پیدائش تو جمع کے لئے اور رحمت حاصل کرنے کے لئے ہوئی ہے جیسے کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رحمت کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ عذاب کے لئے۔ اور آیت میں ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ میں نے جنوں و انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ تیسرا قول یہ بھی ہے کہ رحمت اور اختلاف کے لئے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ مالک اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک فرقہ جنتی اور ایک جہنمی۔ انہیں رحمت حاصل کرنے اور انہیں اختلاف میں مصروف رہنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ تیسرے رب کا یہ فیصلہ ناقل ہے کہ اس کی مخلوق میں ان دونوں اقسام کے لوگ ہوں گے۔ اور ان دونوں سے جنت دوزخ پر کئے جائیں گے۔ اس کی کامل حکمتوں کو وہی جانتا ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت دوزخ دونوں میں آپس میں گفتگو ہوئی۔ جنت نے کہا "مجھ میں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگ ہی داخل ہوتے ہیں۔ اور جہنم نے کہا "میں تکبر اور ظلم کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ عز و جل

نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں اسے تجھ سے نواز دوں گا۔ اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے جس سے میں چاہوں۔ تیرے عذاب کے ذریعے اس سے انتقام لوں گا۔ تم دونوں پر ہو جاؤ گی۔ جنت میں تو برابر زیادتی رہے گی یہاں تک کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا اور اسے اس میں بسائے گا اور جہنم بھی برابر زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اس پر اللہ رب العزت اپنا قدم رکھ دے گا تب وہ کہے گی تیری عزت کی قسم اب بس ہے۔ بس ہے۔

وَكَلَّا نَقْصُصَ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَشِئْتُ بِهِ فَوَادَّكَ
وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥﴾
وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ أَعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا
عَمَلُونَ ﴿١٦﴾ وَانْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿١٧﴾ وَبِاللَّهِ عَيْبُ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا
رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾

رسولوں کے سب احوال ہم تیرے سامنے دل کی تسکین کے لئے بیان فرما رہے ہیں۔ تیرے پاس اس صورت میں بھی حق پہنچ چکا جو نصیحت و وعظ ہے مومنوں کے لئے ○ ایمان نہ لانے والوں سے کہہ دے کہ تم اپنے طور پر عمل کئے جاؤ۔ ہم بھی عمل میں مشغول ہیں ○ اور تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی منتظر ہیں ○ زمینوں اور آسمانوں کا علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ تمام کاموں کا رجوع بھی اسی کی جانب ہے۔ بس تجھے اسی کی عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ○

ذکر ماضی تمہارے لیے سامان سکون: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۰) پہلی امتوں کا اپنے نبیوں کو جھٹلاتا، نبیوں کا ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا، آخر اللہ کے عذاب کا آنا، کافروں کا برباد ہونا، نبیوں اور مومنوں کا نجات پانا یہ سب واقعات ہم تجھے سنارے ہیں۔ تاکہ تیرے دل کو ہم اور مضبوط کر دیں اور تجھے کامل سکون حاصل ہو جائے۔ اس صورت میں بھی حق تجھ پر واضح ہو چکا۔ کہ اس دنیا میں بھی تیرے سامنے سچے واقعات بیان ہو چکے۔ یہ عبرت ہے کفار کے لئے اور نصیحت ہے مومنوں کے لئے کہ وہ اس سے نفع حاصل کریں۔

(آیت: ۱۲۱-۱۲۲) بطور دھمکانے، ڈرانے اور ہوشیار کرنے کے ان کافروں سے کہہ دو کہ اچھا تم اپنے طریقے سے نہیں بٹے تو نہ ہو۔ ہم بھی اپنے طریقے پر کاربند ہیں۔ تم منتظر ہو کہ آخر انجام کیا ہوتا ہے۔ ہم بھی اسی انجام کی راہ دیکھتے ہیں۔ فالحمد للہ دنیا نے ان کافروں کا انجام دیکھ لیا اور ان مسلمانوں کا بھی جو اللہ کے فضل و کرم سے دنیا پر چھا گئے۔ مخالفین پر کامیابی کے ساتھ غلبہ حاصل کر لیا۔ دنیا کو خشی میں لے لیا۔ قللہ الحمد۔

(آیت: ۱۲۳) آسمان وزمین کے ہر غیب کو جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ عزوجل ہی ہے۔ اسی کی سب کو عبادت کرنی چاہئے۔ اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ جو بھی اس پر بھروسہ رکھے وہ اس کے لئے کافی ہے۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تو رات کا خاتمہ بھی انہی آجوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی کے کسی عمل سے بے خبر نہیں۔
الحمد للہ سورہ ہود کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ یوسف

اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ اپنے ماتحتوں کو سورہ یوسف سکھاؤ۔ جو مسلمان اسے پڑھے یا اسے اپنے گھر والوں کو سکھائے یا اپنے ماتحت لوگوں کو سکھائے اس پر اللہ تعالیٰ سمرات موت آسان کرتا ہے اور اسے اتنی قوت بخشتا ہے کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے۔ لیکن اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔ اس کا ایک متابع ابن عساکر میں ہے لیکن اس کی بھی تمام سندیں منکر ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل الغلوۃ میں ہے کہ جب یہودیوں نے یہ سورت سنئی تو وہ مسلمان ہو گئے۔ کیونکہ ان کے ہاں بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان تھا۔ یہ روایت کلینی کی ابوصالح سے اور ان کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ اَیُّ الْکُتُبِ الْمُنِیْنِ ؕ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا
لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ؕ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا
اَوْحٰیْنَا اِلَیْکَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ ؕ وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ
الْغٰفِلِیْنَ ؕ

یہ ہیں روشن کتاب کی آیتیں ○ یقیناً ہم نے آپ اس عربی قرآن کو نازل فرمایا ہے کہ تم سمجھ سکو ○ ہم آپ تیرے سامنے بہترین بیان پیش کرتے ہیں۔ تیری جانب اس قرآن کو اپنی وحی کے ساتھ نازل فرمائے سے۔ یقیناً تو اس سے پہلے بے خبروں میں تھا ○

تعارف قرآن بزرگان اللہ الرحمن ☆ ☆ (آیت ۱-۳) سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں حروف مقطعات کی بحث گزر چکی ہے۔ اس کتاب یعنی قرآن شریف کی یہ آیتیں بہت واضح، کھلی ہوئی اور خوب صاف ہیں۔ بہم چیزوں کی حقیقت کھول دیتی ہیں یہاں پر تلک معنی میں خدا کے ہے۔ چونکہ عربی زبان نہایت کامل اور مقصد کو پوری طرح واضح کر دینے والی اور وسعت و کثرت والی ہے اس لئے یہ پاکیزہ تر کتاب اس بہترین زبان میں افضل تر رسول پر فرشتوں کے سردار فرشتے کی سفارت میں تمام روئے زمین کے بہتر مقام میں وقتوں میں بہترین وقت میں نازل ہو کر ہر اک طرح کے کمال کو پہنچی تاکہ ہر طرح سوچ سمجھ سکو اور اسے جان لو۔ ہم بہترین قصہ بیان فرماتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اگر کوئی واقعہ بیان فرماتے؟ اس پر یہ آیت اتری۔ اور روایت میں ہے کہ ایک زمانے تک قرآن کریم نازل ہوتا گیا اور آپ صحابہؓ کے سامنے تلاوت فرماتے رہے پھر انہوں نے کہا حضور کو کوئی واقعہ بھی بیان ہو جائے تو؟ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ پھر کچھ وقت کے بعد کہا کاش کہ آپ کو کوئی بات بیان فرماتے۔ اس پر آیت اللہ نَزَلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ اتری اور بات بیان ہوئی سروس کلام کا ایک ہی انداز دیکھ کر صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ بات سے اوپر کی اور قرآن سے نیچے کی کوئی چیز ہوتی یعنی واقعہ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ پھر انہوں نے حدیث کی خواہش کی اس پر آیت اللہ نَزَلَ الْحِ اتری۔

پس قصے کے ارادے پر بہترین قصہ اور بات کے ارادے پر بہترین بات نازل ہوئی۔ اس جگہ جہاں قرآن کریم کی تعریف ہو رہی ہے اور یہ بیان ہے کہ یہ قرآن اور سب کتابوں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔ مناسب ہے کہ ہم مسند احمد کی اس حدیث کو بھی بیان کر

دیں جس میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کسی اہل کتاب سے ایک کتاب ہاتھ لگ گئی تھی۔ اسے لے کر آپؐ حاضر حضورؐ ہوئے اور آپؐ کے سامنے اسے سامنے لگے۔ آپؐ سخت غضب ناک ہو گئے اور فرمانے لگے اے خطاب کے لڑکے کیا تم اس میں مشغول ہو کر بہک جانا چاہتے ہو؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس کو نہایت روشن اور واضح طور پر لے کر آیا ہوں۔ تم ان اہل کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو۔ ممکن ہے کہ وہ صحیح جواب دیں اور تم اسے جھٹلا دو اور ہو سکتا ہے کہ وہ غلط جواب دیں اور تم اسے سچا سمجھ لو۔ سنو! اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آج خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی سوائے میری تابعداری کے کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے آپؐ سے کہا کہ بنو قریظہ قبیلہ کے میرے ایک دوست نے تو رات میں سے چند جامع باتیں مجھے لکھ دی ہیں۔ تو کیا میں انہیں آپؐ کو سناؤں؟ آپؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن ثابتؓ نے کہا کہ اے عمرؓ کیا تم حضور ﷺ کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے؟ اب حضرت عمرؓ کی نگاہ پڑی تو آپؐ کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر دل سے رضامند ہیں۔ تب آپؐ کے چہرہ سے غصہ دور ہوا اور فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اگر تم میں خود حضرت موسیٰ ہوتے پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع میں لگ جاتے تو تم سب گمراہ ہو جاتے۔ امتوں میں سے میرا حصہ تم ہو اور نبیوں میں سے تمہارا حصہ میں ہوں۔

ابو یعلیٰ میں ہے کہ سوس کا رہنے والا قبیلہ عبد القیس کا ایک شخص جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام فلاں فلاں ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں پوچھا تو سوس میں مقیم ہے؟ اس نے کہا ہاں تو آپؐ کے ہاتھ میں جو خوش تھا اسے مارا۔ اس نے کہا امیر المومنین میرا کیا قصور ہے؟ آپؐ نے فرمایا بیٹھ جا۔ میں بتاتا ہوں۔ پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اسی سورت کی آیتیں لکھیں۔ الغفیلین تک پڑھیں۔ تین مرتبہ ان آیتوں کی تلاوت کی اور تین مرتبہ اسے مارا۔ اس نے پھر پوچھا کہ امیر المومنین میرا قصور کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تو نے دنیا کی کتاب لکھی ہے۔ اس نے کہا پھر جو آپؐ فرمائیں۔ میں کرنے کو تیار ہوں۔ آپؐ نے فرمایا چار اور گرم پانی اور سفید روٹی سے اسے بالکل متادے۔ خبردار آج کے بعد سے نہ اسے خود پڑھنا نہ کسی اور کو پڑھانا۔ اب اگر میں نے اس کے خلاف سنا کہ تو نے خود اسے پڑھایا کسی کو پڑھایا تو ایسی سخت سزا کروں گا کہ عبرت بنے۔ پھر فرمایا بیٹھ جا ایک بات سنتا جا۔ میں نے جا کر اہل کتاب کی ایک کتاب لکھی۔ پھر اسے چڑے میں لئے ہوئے حضور علیہ السلام کے پاس آیا۔ آپؐ نے مجھ سے پوچھا تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ایک کتاب ہے کہ ہم علم میں بڑھ جائیں۔ اس پر آپؐ اس قدر ناراض ہوئے کہ غصے کی وجہ سے آپؐ کے رخسار پر سرخی نمودار ہو گئی۔ پھر منادی کی گئی کہ نماز جمع کرنے والی ہے۔ اسی وقت انصار نے ہتھیار سنبھال لئے کہ کسی نے حضور ﷺ کو ناراض کر دیا ہے اور منبر نبویؐ کے چاروں طرف وہ لوگ ہتھیار بند بیٹھ گئے۔ اب آپؐ نے فرمایا لوگو میں جامع کلمات دیا گیا ہوں اور کلمات کے خاتم دیا گیا ہوں اور پھر میرے لئے بہت ہی اختصار کیا گیا ہے میں اللہ کے دین کی باتیں بہت سفید اور نمایاں لایا ہوں۔ خبردار تم بہک نہ جانا۔ گہرائی میں اترنے والے کہیں تمہیں بہکانہ دیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں تو یا رسول اللہ! اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر آپؐ کے رسول ﷺ ہونے پر دل سے راضی ہوں۔ اب حضور ﷺ منبر سے اترے۔ اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن اسحاق کو محدثین ضعیف کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ ان کی حدیث کو صحیح نہیں لکھتے۔ میں کہتا ہوں اس کا ایک شاہد اور سند سے حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی لائے ہیں کہ خلافت فاروقی کے زمانے میں آپؐ نے منھن کے چند آدمی بلائے۔ ان میں دو شخص وہ تھے جنہوں نے یہودیوں سے چند باتیں غیب کر کے لکھ لی تھیں۔ وہ اس مجموعے کو بھی اپنے ساتھ لائے تاکہ حضرت عمرؓ سے دریافت کر لیں۔ اگر آپؐ نے اجازت دی تو ہم اس میں اسی جیسی اور

باتیں بھی بڑھالیں گے ورنہ اسے بھی پھینک دیں گے۔ یہاں آ کر انہوں نے کہا کہ ”امیر المومنین یہودیوں سے ہم بعض ایسی باتیں سنتے ہیں کہ جن سے ہمارے روٹنے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا وہ باتیں ان سے لے لیں یا بالکل ہی نہ لیں؟“ آپؐ نے فرمایا ”شاید تم نے ان کی کچھ باتیں لکھ رکھی ہیں؟ سنو میں اس میں فیصلہ کن واقعہ سناؤں۔ میں حضور ﷺ کے زمانے میں خیر گیا۔ وہاں کے ایک یہودی کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ میں نے اس سے درخواست کی اور اس نے وہ باتیں مجھے لکھ دیں۔ میں نے واپس آ کر حضور ﷺ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ جاؤ وہ لے کر آؤ۔ میں خوشی خوشی چلا کہ شاید حضور ﷺ کو میرا یہ کام پسند آ گیا۔ لاکر میں نے اس کا پڑھنا شروع کیا۔ اب جو ذرا سی دیر کے بعد میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضور ﷺ تو سخت ناراض ہیں۔ میری زبان سے تو ایک حرف بھی نہ نکلا اور مارے خوف کے میرا رواں رواں کھڑا ہو گیا۔ میری یہ حالت دیکھ کر اب آپؐ نے ان تحریروں کو اٹھالیا اور ان کا ایک ایک حرف مٹانا شروع کیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے کہ دیکھو خبردار ان کی نہ ماننا۔ یہ تو گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں اور یہ تو دوسروں کو بھی بہکا رہے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے اس ساری تحریر کا ایک ایک حرف بھی باقی نہ رکھا۔ یہ سنا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے بھی ان کی باتیں لکھی ہوئی ہوں تو میں بھی انہیں ایسی سزا کرتا جو اوروں کے لئے عبرت ہو جائے۔ انہوں نے کہا واللہ ہم ہرگز ایک حرف بھی نہ لکھیں گے۔ باہر آتے ہی جنگل میں جا کر انہوں نے اپنی وہ تختیاں گڑھا کو کر ڈن کر دیں۔ مر اسئل ابی داؤد میں بھی حضرت عمرؓ سے ایسی ہی روایت ہے۔ واللہ اعلم۔

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ۝

جب کہ یوسف نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ ابائی میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج چاند کو دیکھا اور دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں ○

بہترین قصہ حضرت یوسف علیہ السلام: ☆☆ (آیت ۴) حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ”کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ (بخاری) آنحضرت ﷺ سے سوال ہوا کہ سب لوگوں میں زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا جس کے دل میں اللہ کا ڈر سب سے زیادہ ہو۔ انہوں نے کہا ہمارا مقصود ایسا عام جواب نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر سب لوگوں میں زیادہ بزرگ حضرت یوسف ہیں جو خود نبی تھے جن کے والد نبی تھے جن کے دادا نبی تھے جن کے پردادا نبی اللہ اور ظیل اللہ تھے۔ انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ آپؐ نے فرمایا پھر کیا تم عرب کے قبیلوں کی نسبت یہ سوال کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا سنو جاہلیت کے زمانے میں جو ممتاز اور شریف تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی ویسے ہی شریف ہیں جب کہ انہوں نے دینی سمجھ حاصل کر لی ہو (بخاری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انبیوں کے خواب اللہ کی وحی ہوتے ہیں۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں۔ اور سورج چاند سے مراد آپ کے والد اور والدہ ہیں۔ اس خواب کی تعبیر خواب دیکھنے کے چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ بعض کہتے ہیں اسی برس کے بعد ظاہر ہوئی۔ جب کہ آپؐ نے اپنے ماں باپ کو تخت شاهی پر بٹھایا۔ اور گیارہ بھائی آپؐ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا کہ میرے مہربان باپ یہ دیکھئے آج اللہ تعالیٰ نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ایک روایت میں ہے کہ بستانہ نامی یہودیوں کا ایک زبردست عالم تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان گیارہ ستاروں کے نام دریافت کئے۔ آپؐ خاموش رہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہو کر آپ کو نام بتائے۔ آپؐ نے اسے بلوایا اور فرمایا اگر میں تجھے ان کے نام بتا دوں تو تو مسلمان

ہو جائے گا؟ اس نے اقرار کیا تو آپؐ نے فرمایا: سنو ان کے نام یہ ہیں۔ جریان۔ طارق۔ ذیال۔ ذوالفقین۔ قابل۔ وثاب۔ عمودان۔ فلیق۔ مسیح۔ فروخ۔ فرغ۔ یہودی نے کہا: ہاں ہاں اللہ کی قسم ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔ (ابن جریر) یہ روایت دلائل بیعتی میں اور ابو یعلیٰ بزار اور ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔ ابو یعلیٰ میں یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ خواب اپنے والد صاحب سے بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا: ”یہ سچا خواب ہے۔ یہ پورا ہو کر رہے گا۔“ آپؐ فرماتے ہیں: سورج سے مراد باپ ہیں اور چاند سے مراد ماں ہیں۔ لیکن اس روایت کی سند میں حکم بن ظہیر فراری مفرد ہیں جنہیں بعض اماموں نے ضعیف کہا ہے اور اکثر نے انہیں متروک کر رکھا ہے۔ یہی حسن یوسف کی روایت کے راوی ہیں۔ انہیں چاروں ہی ضعیف کہتے ہیں۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۖ
إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝

یعقوب نے کہا: پیارے بچے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں شیطان تو انسان کا صریح دشمن ہے ۝

یعقوب علیہ السلام کی تعبیر اور ہدایات: ☆ ☆ (آیت: ۵): حضرت یوسفؑ کا یہ خواب سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تاکید کر دی کہ اسے بھائیوں کے سامنے نہ ہرانا کیونکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اور بھائی آپ کے سامنے پست ہوں گے یہاں تک کہ وہ آپ کی عزت و تعظیم کے لئے آپ کے سامنے اپنی بہت ہی لاچاری اور عاجزی ظاہر کریں۔ اس لیے بہت ممکن ہے کہ اس خواب کو سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر شیطان کے بہکاوے میں آ کر ابھی سے وہ تمہاری دشمنی میں لگ جائیں۔ اور حسد کی وجہ سے کوئی نا معقول طریق کار کرنے لگیں اور کسی جیلے سے تجھے پست کرنے کی فکر میں لگ جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے۔ فرماتے ہیں: تم لوگ کوئی اچھا خواب دیکھو تو خیر اسے بیان کر دو۔ اور جو شخص کوئی ایسا برا خواب دیکھے تو جس کروٹ پر ہو وہ کروٹ بدل دے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھکا کر دے اور اس کی برائی سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے۔ اس صورت میں اسے وہ خواب کوئی نقصان نہ دے گا۔ سند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: خواب کی تعبیر جب تک نہ لی جائے وہ گویا پرند کے پاؤں پر ہے۔ ہاں جب اس کی تعبیر بیان ہو گئی، چمرد ہو جاتا ہے۔ اسی سے یہ حکم بھی لیا جاسکتا ہے کہ نعمت کو چھپانا چاہئے جب تک کہ وہ از خود اچھی طرح حاصل نہ ہو جائے اور ظاہر نہ ہو جائے جیسے کہ ایک حدیث میں ہے: ضرورتوں کے پورا کرنے پر ان کے چھپانے سے بھی مدد لیا کرو کیونکہ ہر وہ شخص جسے کوئی نعمت ملے لوگ اس کے حسد کے در پہ ہو جاتے ہیں۔

وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ
وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ
أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝
لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ الْآيَاتِ لِلْمُسْلِمِينَ ۝ إِذْ قَالُوا
لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّا نَحْنُ عُصْبَةٌ ۚ إِنَّ أَبَانَا

لَيْفَى ضَلِيلٍ مُّبِينٍ

اور اسی طرح برگزیدہ کرے گا تجھے تیرا پروردگار اور تجھے باتوں کی کل بھائی بھی سکھائے گا اور اپنی نعت تجھے بھرپور عطا فرمائے گا اور یعقوب کے گھر والوں کو بھی جیسے کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دو دادوں یعنی ابراہیم و اسحاق کو بھی بھرپور اپنی نعت دی یقیناً تیرا رب بہت بڑے علم والا اور زبردست حکمتوں والا ہے ○ یقیناً یوسف اور اس کے بھائیوں میں دریافت کرنے والوں کے لئے بڑے بڑے نشان ہیں ○ جب کہ انھوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی بہ نسبت ہمارے باپ کو بہت زیادہ پیارا ہے حالانکہ ہم طاقت ور جماعت ہیں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ابا صریح غلطی میں ہیں ○

بشارت اور نصیحت بھی: ☆ ☆ (آیت: ۶): حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے نعت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کو انہیں ملنے والے مرتبوں کی خبر دیتے ہیں کہ جس طرح خواب میں اس نے تمہیں یہ فضیلت دکھائی اسی طرح وہ تمہیں بلند مرتبہ نبوت کا بھی عطا فرمائے گا۔ اور تمہیں خواب کی تعبیر سکھا دے گا۔ اور تمہیں اپنی بھرپور نعت دے گا یعنی نبوت۔ جیسے کہ اس سے پہلے وہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بھی عطا فرما چکا ہے جو تمہارے دادا اور پردادا تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے کہ نبوت کے لائق کون ہے؟

یوسف علیہ السلام کے خاندان کا تعارف: ☆ ☆ (آیت: ۷-۸) فی الواقع حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان کا دریافت کرنے والا ان سے بہت سی عبرتیں حاصل کر سکے اور نصیحتیں لے سکے۔ حضرت یوسف کے ایک ہی ماں سے دوسرے بھائی بنیامین تھے باقی سب بھائی دوسری ماں سے تھے یہ سب آپس میں کہتے ہیں کہ واللہ اباجان ہم سے زیادہ ان دونوں کو چاہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ہم پر جو جماعت ہیں ان کو ترجیح دیتے ہیں جو صرف دو ہیں۔ یقیناً یہ تو والد صاحب کی صریح غلطی ہے۔ یہ یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر دراصل کوئی دلیل نہیں۔ اور اس آیت کا طرز بیان تو بالکل اس کے خلاف پر ہے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد انہیں نبوت ملی لیکن یہ چیز بھی محتاج دلیل ہے اور دلیل میں آیت قرآنی قَوْلُوا إِنَّمَا نَحْنُ سَاحِبَاتُ يَدَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سے لفظ اسباط پیش کرنا بھی احتمال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ بطون نبی اسرائیل کو اسباط کہا جاتا ہے جیسے کہ عرب کو قبائل کہا جاتا ہے اور عجم کو شہوب کہا جاتا ہے پس آیت میں صرف اتنا ہی ہے کہ بنی اسرائیل کے اسباط پر وہی الٰہی نازل ہوئی انہیں اس لئے اجمالاً ذکر کیا گیا کہ یہ بہت تھے لیکن ہر سبط برادران یوسف میں سے ایک کی نسل تھی۔ پس اس کی کوئی دلیل نہیں کہ خاص ان بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے خلعت نبوت سے نوازا تھا واللہ اعلم۔

اَقْتُلُوا يُوسُفَ اَوْ ظَرْحُوْهُ اَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهَ اَبْنِكُمْ
وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ
لَا تَقْتُلُوْا يُوسُفَ وَالْقَوَّةَ فِيْ غَيْبَتِ الْجَبِّ يَلْتَقِطُهَا
بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝

یوسف کو قتل ماری ڈالو یا اسے کسی نامعلوم جگہ پہنچا دو کہ تمہارے والد کا رخ صرف تمہاری طرف ہی ہو جائے اس کے بعدم صلاحیت والے ہو جائو ○ ان میں سے ایک نے کہا یوسف کو قتل کرو ورنہ کسی گمناں کوئیں کی تہہ میں ڈال آؤ کہ اسے کوئی راہ قائل اٹھالے جائے اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یوں کرو ○

(آیت: ۹-۱۰) پھر آپس میں کہتے ہیں ایک کام کرو نہ رہے ہانس نہ بچے ہانسری یوسف کا چپاں کاٹو۔ نہ یہ ہونہ ہماری راہ کا کاٹنا ہے۔ ہم ہی ہم نظر آئیں اور ابا کی محبت صرف ہمارے ہی ساتھ رہے۔ اب اسے باپ سے ہٹانے کی دوسورتیں ہیں یا تو اسے مار

یہی ڈالو۔ یا کہیں ایسی دور دراز جگہ پھینک آؤ کہ ایک کی دوسرے کو خبر ہی نہ ہو۔ اور یہ واردات کر کے پھر نیک بن جانا تو بہ کر لینا اللہ معاف کرنے والا ہے۔

یہ سن کر ایک نے مشورہ دیا جو سب سے بڑا تھا اور اس کا نام روئیل تھا۔ کوئی کہتا ہے یہود تھا کوئی کہتا ہے شمعون تھا۔ اس نے کہا بھی یہی تو انصافی ہے بے وجہ بے قصور صرف عداوت میں آ کر خون ناحق گردن پر لینا تو ٹھیک نہیں یہ بھی کچھ اللہ کی حکمت تھی رب کو منظور ہی نہ تھا ان میں قتل یوسف کی قوت ہی نہ تھی۔ منظور رب تو یہ تھا کہ یوسف کو نبی بنائے بادشاہ بنائے اور انہیں عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا کرے پس ان کے دل روئیل کی رائے سے نرم ہو گئے اور طے ہوا کہ اسے کسی غیر آباد کنوئیں کی نہ میں پھینک دیں قنادہ کہتے ہیں یہ بیت المقدس کا کنواں تھا انہیں یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے مسافر وہاں سے گزریں اور وہ اسے اپنے قافلے میں لے جائیں پھر کہاں یہ اور کہاں ہم؟ جب گڑ دیئے کام لکھتا ہوتا تو ہر کیوں دو؟ بغیر قتل کے قصود حاصل ہوتا ہے تو کیوں ہاتھ خون آلود کروان کے گناہ کا تصور تو کرو یہ رشتے داری کے توڑنے باپ کی نافرمانی کرنے، چھوٹے پر ظلم کرنے، بے گناہ کو نقصان پہنچانے، بڑے بوڑھے کو ستانے اور حقدار کا حق کاٹنے، حرمت و فضیلت کا خلاف کرنے، بزرگی کو ٹالنے اور اپنے باپ کو دکھ پہنچانے، اور اسے اس کے کلیجے کی ٹھنڈک اور آنکھوں کے سکھ سے ہمیشہ کے لئے دور کرنے اور بوڑھے باپ اللہ کے لاڈ لے بغیر غم و اس بڑھاپے میں ناقابل برداشت صدمہ پہنچانے اور اس بے سمجھ بچے کو اپنے مہربان باپ کی پیار بھری نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل کرنے کے درپے ہیں۔ اللہ کے دونوں کو دکھ دینا چاہتے ہیں محبوب و محبت میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں، سکھ کی جانوں کو دکھ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ پھول سے نازک بے زبان بچے کو اس کے مشفق مہربان بوڑھے باپ کی نرم و گرم گودی سے الگ کرتے ہیں۔ اللہ انہیں بخشے آہ شیطان نے کیسی اٹی پر حاکمی ہے۔ اور انہوں نے بھی کیسی بدی پر کمر باندھ لیا ہے۔

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَصْحُونُ ﴿۵۱﴾
 أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَزْتَعِ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ ﴿۵۲﴾ قَالَ إِنِّي
 لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ
 غَافِلُونَ ﴿۵۳﴾ قَالُوا لَيْنَ أَكُلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذَا
 لَخَاسِرُونَ ﴿۵۴﴾

کہنے لگے کہ ابا! خر آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے؟ ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں ○ کل آپ اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب کھائے پئے اور کھیلے گودے اس کی حفاظت کے ہم ڈرے دار ہیں ○ کہا اسے تمہارا لے جانا مجھ تو سخت صدمہ دے گا اور مجھے یہ بھی کھانا کھا کر ہے گا کہ کہیں تمہاری غفلت میں اسے بھیڑ یا کھا جائے ○ انھوں نے جواب دیا کہ ہم جیسی زور آور جماعت کی موجودگی میں بھی اگر اسے بھیڑ یا کھا جائے تو تو ہم بالکل عاجز ہی ہوئے ○

بڑے بھائی کی رائے پر اتفاق ☆ ☆ (آیت ۱۱-۱۲) بڑے بھائی روئیل کے سمجھانے پر سب بھائیوں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا کہ یوسف کو لے جائیں اور کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈال آئیں۔ اس کے طے کرنے کے بعد باپ کو دھوکہ دینے اور بھائی کو پھسلا کر لے جانے اور اس پر آفت ڈھانے کے لئے سب مل کر باپ کے پاس آئے۔ باوجودیکہ تھے بداندیش بدخواہ برا چاہنے والے لیکن باپ کو اپنی

باتوں میں پھنسانے کے لئے اور اپنی گہری سازش میں انہیں الجھانے کے لئے پہلے ہی جال بچھاتے ہیں کہ اباجی آخر کیا بات ہے جو آپ ہمیں یوسف کے بارے میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں اس کی خیر خواہی ہم سے زیادہ کون کر سکتا ہے؟- یرْتَع وَيَلْعَب کی دوسری قرات ترتع و نلعب بھی ہے۔ باپ سے کہتے ہیں کہ بھائی یوسف کو کل ہمارے ساتھ میر کے لئے بھیجئے۔ ان کا جی خوش ہو گا دو گھڑی کھیل کو لیں گے، ہنس بول لیں گے آزادی سے چل پھر لیں گے۔ آپ بے فکر رہئے، ہم سب اس کی پوری حفاظت کریں گے۔ ہر وقت دیکھ بھال رکھیں گے۔ آپ ہم پر اعتماد دیکھتے ہیں ہم اس کے نگہبان ہیں۔

انجانے خطرے کا اظہار ☆ ☆ (آیت: ۱۳-۱۴) نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس طلب کا کہ بھائی یوسف کو ہمارے ساتھ میر کے لئے بھیجئے جواب دیتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے مجھے اس سے بہت محبت ہے تم اسے لے جاؤ گے، مجھ پر اس کی اتنی دیر کی جہائی بھی شاق گزرے گی۔ حضرت یعقوب کی اس بڑھی ہوئی محبت کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت یوسف کے چہرے پر خیر کے نشان دیکھ رہے تھے۔ نبوت کا نور پیشانی سے ظاہر تھا۔ اخلاق کی پاکیزگی ایک ایک بات سے عیاں تھی صورت کی خوبی سیرت کی اچھائی کا بیان تھی اللہ کی طرف سے دونوں باپ بیٹوں پر صلوة و سلام ہو۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ممکن ہے تم اپنی بکریوں کے چرانے چگانے اور دوسرے کاموں میں مشغول رہو اور اللہ نہ کرے کوئی بھیڑ یا آکر اس کا کام تمام کر جائے۔ اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ آہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی بات کو انہوں نے لے لیا اور دماغ میں بسالیا کہ یہی ٹھیک عذر ہے یوسف کو الگ کر کے ابا کے سامنے یہی گھڑت گھڑ دیں گے۔ اسی وقت بات بنائی اور جواب دیا کہ ابا آپ نے کیا خوب سوچا ہماری جماعت کی جماعت قوی اور طاقتور موجود ہو اور ہمارے بھائی کو بھیڑ یا کھا جائے؟ بالکل ناممکن۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر تو ہم سب بے کار نکلے عاجز نقصان والے ہی ہوئے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غِيَابِ الْحَبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنْبِتْنَهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۵﴾

پھر جب اسے لے چلے اور سب نے مل کر کہاں لیا کہ اسے غیر آباد گھرے کنوئیں کی تہ میں پھینک دیں ہم نے یوسف کی طرف وحی کی کہ یقیناً وقت آ رہا ہے کہ تو انہیں اس ماجرے کی خبر اس حال میں دے کہ وہ جانتے ہی نہ ہوں ○

بھائی اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو گئے: ☆ ☆ (آیت: ۱۵) سمجھا بھاکر بھائیوں نے باپ کو راضی کر ہی لیا۔ اور حضرت یوسف کو لے کر چلے بنگل میں جا کر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یوسف علیہ السلام کو کسی غیر آباد کنوئیں کی تہ میں ڈال دیں۔ حالانکہ باپ سے یہ کہہ کر لے گئے تھے کہ اس کا جی پہلے گا، ہم اسے عزت کے ساتھ لے جائیں گے۔ ہر طرح خوش رکھیں گے۔ اس کا جی بہل جائے گا اور یہ راضی خوش رہے گا۔ یہاں آتے ہی غدار ی شروع کر دی اور لطف یہ ہے کہ سب نے ایک ساتھ دل خت کر لیا۔ باپ نے ان کی باتوں میں آ کر اپنے نعت جگر کو ان کے سپرد کر دیا جاتے ہوئے سینے سے لگا کر پیار پچکار کر دعائیں دے کر درخصت کیا۔ باپ کی آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب نے بھائی کو ایذا نہیں دینی شروع کر دیں برا بھلا کہنے لگے اور چائنا چٹول سے بھی باز نہ رہے۔ مارتے پیٹتے، برا بھلا کہتے، اس کنوئیں کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنوئیں میں گرانا چاہا۔ آپ ایک ایک کے دامن سے چمکتے ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں لیکن ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دے کر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے مایوس ہو گئے سب نے مل کر مضبوط ہاندھا کر کنوئیں میں لٹکا دیا آپ نے کنوئیں کا کنارہ ہاتھ سے تھام لیا لیکن بھائیوں نے انھیں پر مار مار کر اسے بھی ہاتھ سے چھڑا لیا آدھی دوری آپ پہنچے ہوں گے کہ

انہوں نے رسی کاٹ دی آپؐ نے میں جا گرے، کنویں کے درمیان میں ایک پتھر تھا جس پر آپؐ آ کر کھڑے ہو گئے۔ عین اس مصیبت کے وقت عین اس سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی جانب وحی کی کہ آپؐ کا دل مطمئن ہو جائے آپؐ صبر و برداشت سے کام لیں اور انجام کا آپؐ کو علم ہو جائے۔ وحی میں فرمایا گیا کہ تم تکمن نہ ہو یہ نہ سمجھ کہ یہ مصیبت دور نہ ہوگی۔ سن اللہ تعالیٰ تجھے اس سختی کے بعد آسانی دے گا۔ اس تکلیف کے بعد راحت ملے گی۔ ان بھائیوں پر اللہ تجھے غلہ دے گا یہ گو تجھے پست کرتا چاہتا ہے لیکن اللہ کی چاہت ہے کہ وہ تجھے بلند کرے یہ جو کچھ آج تیرے ساتھ کر رہے ہیں وقت آنے لگا کہ تو انہیں ان کے اس کروت کو یاد دلانے کا اور یہ ندامت سے سر جھکانے ہوئے ہوں گے اپنے قصور سن رہے ہوں گے اور انہیں یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ تو تو ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب بردران یوسف حضرت علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپؐ نے تو انہیں پہچان لیا لیکن یہ نہ پہچان سکے۔ اس وقت آپؐ نے ایک چال مٹکھوایا اپنے ہاتھ پر رکھ کر اسے انگلی سے ٹھونکا۔ آواز نکلتی ہی تھی اس وقت آپؐ نے فرمایا لو یہ جام تو کچھ کہہ رہا ہے اور تمہارے متعلق ہی کچھ خبر دے رہا ہے یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا ایک یوسف نامی سوتیلا بھائی تھا۔ تم اسے باپ کے پاس لے گئے اور اسے کنوئیں میں چھینک دیا۔ پھر اسے انگلی ماری اور ذرا سی دیر کان لگا کر فرمایا لو یہ کہہ رہا ہے کہ پھر تم اس کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر باپ کے پاس گئے اور وہاں جا کر ان سے کہہ دیا کہ تیرے لڑکے کو بھیڑیے نے کھالیا۔ اب تو یہ حیران ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے ہائے براہو! بھڑا پھوٹ گیا اس جام نے تو تمام سچی باتیں بادشاہ سے کہہ دیں۔ پس یہی ہے جو آپ کنوئیں میں وحی ہوئی کہ ان کے اس کرتوت کو تو انہیں ان کی بے شعوری میں جتاے گا۔

وَجَاءُوا آبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ﴿١٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ
وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا
وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ
سَوَّلَتْ لَكُمُ الْفُسْكَمُ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ
عَلَى مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾

رات کے اندھیرے میں اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچے ○ اور کہنے لگے ابا جی ہم تو آپس میں شرطیہ دوڑ میں لگ گئے یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تھا جو اسے بھیڑ یا کھا گیا ○ آپ تو ہاری بات یاد کرنے کے نہیں گو ہم بالکل سچے ہی ہوں ○ یوسف کے کرتے کو جھوٹ موت کے خون سے خون آلود بھی کر لائے تھے باپ نے کہا ہوں نہیں بلکہ تم نے اپنے دل سے ہی ایک بات بنائی ہے پس صبر ہی بہتر ہے تمہاری بنائی ہوئی بات تو پھر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے ○

بھائیوں کی واپسی اور معذرت: ☆☆ (آیت: ۱۶-۱۸) چپ چاپ ننھے بھیا پر اللہ کے معصوم نئی پڑیاپ کی آنکھ کے تار پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کر بات ہوئے باپ کے پاس سرخ رو ہوئے اور اپنی ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے غمزدہ ہو کر روتے ہوئے بیٹھنے-اور اپنے ملا مال کا یوسف کے نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ ہم نے تیرا اندازی اور دوشادہ کی- چھوٹے بھائی کو اسباب کے پاس چھوڑا اتفاق کی بات ہے اسی وقت بھیریا آ گیا اور بھائی کا لقمہ بتالیا چیر پھاڑ کر کھا گیا- پھر باپ کو اپنی بات صحیح طور پر چنانے اور ٹھیک باور کرانے کے لئے پانی سے پہلے بند باندھے جس کہ ہم اگر آپ کے نزدیک سے ہی ہوتے تب بھی یہ واقعہ ایسا ہے کہ آپ ہمیں سچا ماننے میں تامل کرتے- پھر جب کہ پہلے ہی

سے آپ نے اپنا ایک کھٹکا ظاہر کیا ہو اور خلاف ظاہر واقعہ میں ہی اتفاقاً ایسا ہی ہو بھی جائے تو ظاہر ہے کہ آپ اس وقت تو ہمیں سچا مان ہی نہیں سکتے۔ ہیں تو ہم سچے ہی نہیں آپ بھی ہم پر اعتبار نہ کرنے میں ایک حد تک حق بجانب ہیں۔

کیونکہ یہ واقعہ ہی ایسا انوکھا ہے ہم خود حیران ہیں کہ یہ ہو کیا گیا؟۔ یہ تو تھا زبانی کھیل ایک کام بھی اسی کے ساتھ کر لائے تھے یعنی بکری کے ایک بچے کو ذبح کر کے اس کے خون سے حضرت یوسف کا پیرا بن وادعا کر دیا کہ بطور شہادت کے ابا کے سامنے پیش کریں گے کہ دیکھو یہ ہیں یوسف بھائی کے خون کے دھبے ان کے کرتے پر۔ لیکن اللہ کی شان چور کے پاؤں کہاں؟ سب کچھ تو کیا لیکن کرتا بھڑا نہ بھول گئے۔ اس لئے باپ پر سب کھل گیا۔ لیکن اللہ کے نبی نے ضبط کیا اور صاف لفظوں میں گو نہ کہا تاہم بیٹوں کو بھی پتہ چل گیا کہ اباجی کو ہماری بات جچی نہیں فرمایا کہ تمہارے دل نے یہ تو ایک بات بنادی ہے۔ خیر میں تو تمہاری اس مذہبوتی حرکت پر صبر ہی کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے مہر و کرم سے اس دکھ کو نال دے۔ تم جو ایک جھوٹی بات مجھ سے بیان کر رہے ہو اور ایک محال چیز پر مجھے یقین دلارہے ہو اس پر میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں اس کی مدد شامل حال رہی تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔ ابن عباس کا قول ہے کہ کرتا دیکھ کر آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تعجب ہے بھیڑ یا یوسف کو کھا گیا اس کا پیر بن خون آلود ہوا مگر کہیں سے ذرا بھی نہ پھٹا۔ خیر میں صبر کروں گا جس میں کوئی شکایت نہ ہو نہ کوئی گھبراہٹ ہو۔ کہتے ہیں کہ تین چیزوں کا نام صبر ہے اپنی مصیبت کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اپنے دل کا دکھ کسی کے سامنے نہ رونا۔ اور ساتھ ہی اپنے نفس کو پاک نہ سمجھنا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کی پوری حدیث کو بیان کیا ہے جس میں آپ پر تہمت لگائے جانے کا ذکر ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے واللہ میری اور تمہاری مثال حضرت یوسف کے باپ کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا اب صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری ان باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہی گئی ہے۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَهُ قَالَ
يَبْشُرِي هَذَا غُلْمٌ وَاسْرِوْهُ بِضَاعَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾
وَسَرَّوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ
الزَّاهِدِينَ ﴿١٦﴾

ایک قافلہ آیا انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا اس نے اپنا ڈال نکال دیا کہنے لگا واہ وا خوشی کی بات ہے یہ تو جوان بچہ ہے انہوں نے اسے مال تجارت قرار دے کر چھپا دیا اللہ باخبر تھا اس سے جوہ کر رہے تھے ○ بھائیوں نے اسے بہت ہی ہلکی قیمت پر کھتی کے چند رہوں پر ہی بیچ ڈالا وہ تو یوسف کے بارے میں بہت ہی بے رشت تھے ○

کنویں سے بازار مصر تک: ☆ ☆ (آیت: ۱۹-۲۰) بھائی تو حضرت یوسف کو کنویں میں ڈال کر چل دیے۔ یہاں تین دن آپ کو اسی اندھیرے کنویں میں اکیلے گزر گئے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کنویں میں گرا کر بھائی تماشا دیکھنے کے لئے اس کے آس پاس ہی دن بھر بھرتے رہے کہ دیکھیں وہ کیا کرتا ہے اور اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟ قدرت اللہ کی ایک قافلہ وہیں سے گزرا۔ انہوں نے اپنے ستے کو پانی کے لئے بھیجا۔ اس نے اسی کوٹنے میں ڈول ڈالا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی رسی کو مضبوط تھام لیا اور بجائے پانی کے آپ باہر نکلے۔ وہ آپ کو دیکھ کر باغ باغ ہو گیا رہ نہ سکا آواز بلند کہہ اٹھا کہ لو سبحان اللہ یہ تو جوان بچہ آ گیا۔ دوسری قرأت اس کی یا بشاری بھی ہے۔

سدی کہتے ہیں بشری کے بھیجنے والے کا نام بھی تھا اس نے اس کا نام لے کر پکار کر خبر دی کہ میرے ڈول میں تو ایک بچہ آیا ہے۔ لیکن سدی کا یہ قول غریب ہے۔ اس طرح کی قرات پر بھی وہی معنی ہو سکتے ہیں اس کی اضافت اپنے نفس کی طرف ہے اور یائے اضافت ساقط ہے۔ اسی کی تائید قرات *يُشْرِي* سے ہوتی ہے جیسے عرب کہتے ہیں *يَا نَفْسُ اِصْبِرِي* اور *يَا غَلَامُ اَقْبِلْ* اضافت کے حرف کو ساقط کر کے۔ اس وقت کسرہ دینا بھی جائز ہے اور فرخ دینا بھی پس یہ اسی قبیل سے ہے اور دوسری قرات اس کی تفسیر ہے واللہ اعلم۔ ان لوگوں نے آپ کو بحیثیت پونچی کے چھاپا لیا قافلے کے اور لوگوں پر اس راز کو ظاہر نہ کیا بلکہ کہہ دیا کہ ہم نے کنویں کے پاس کے لوگوں سے اسے خریدا ہے انہوں نے ہمیں اسے دے دیا ہے تاکہ وہ بھی اپنا حصہ نہ ملائیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ برادران یوسف نے شناخت چھپائی۔ اور حضرت یوسف نے بھی اپنے تئیں ظاہر نہ کیا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ کہیں مجھے قتل ہی کر دیں۔ اس لئے چپ چاپ بھائیوں کے ہاتھوں آپ بک گئے۔ سنے سے انہوں نے کہا اس نے آواز دے کر بلا لیا انہوں نے اونے پونے یوسف علیہ السلام کو ان کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اللہ کچھ ان کی اس حرکت سے بے خبر نہ تھا وہ خوب دیکھ بھال رہا تھا گو وہ قادر تھا کہ اسی وقت اس بھید کو ظاہر کر دے لیکن اس کی حکمتیں اسی کے ساتھ ہیں اس کی تقدیر یونہی جاری ہوئی تھی خلق و امر اسی کا ہے وہ رب العالمین برکتوں والا ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ کو بھی ایک طرح سے تسکین دی گئی ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ قوم آپ کو دکھ دے رہی ہے میں قادر ہوں کہ آپ کو ان سے چھڑا دوں انہیں غارت کر دوں لیکن میرے کام حکمت کے ساتھ ہیں دیر ہے اندھیر نہیں بے فکر ہو عقیق رب غالب کروں گا اور رفتہ رفتہ ان کو پست کر دوں گا۔ جیسے کہ یوسف اور ان کے بھائیوں کے درمیان میری حکمت کا ہاتھ کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آخر انجام حضرت یوسف کے سامنے انہیں جھلکا پڑا اور ان کے مرتبے کا اقرار کرنا پڑا۔ بہت تھوڑے مول پر بھائیوں نے انہیں بیچ دیا۔ ناقص چیز کے بدلے بھائی جیسا بھائی دے دیا۔ اور اس کی بھی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی بلکہ اگر ان سے بالکل بلا قیمت مانگا جاتا تو بھی دے دیتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قافلے والوں نے اسے بہت کم قیمت پر خریدا۔ لیکن یہ کچھ زیادہ درست نہیں اس لئے کہ انہوں نے تو اسے دیکھ کر خوشیاں منائی تھیں اور بطور پونچی اسے پوشیدہ کر دیا تھا۔

پس اگر انہیں اس کی بے رغبتی ہوتی تو وہ ایسا کیوں کرتے؟ پس ترجیح اسی بات کو ہے کہ یہاں مراد بھائیوں کا حضرت یوسف کو گرے ہوئے خرخ پر بیچ ڈالنا ہے۔ جس سے مراد حرام اور ظلم بھی ہے۔ لیکن یہاں وہ مراد انہیں بی گئی۔ کیونکہ اس قیمت کی حرمت کا علم تو ہر ایک کو ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نبی بن نبی بن نبی بن خلیل الرحمن علیہم السلام تھا پس آپ کو تو کریم بن کریم بن کریم بن کریم تھے۔ پس یہاں مراد ناقص کم تھوڑی اور کھوٹی بلکہ برا بھلا نام قیمت پر بیچ ڈالنا ہے باوجود اس کے وہ ظلم و حرام بھی تھا۔ بھائی کو بیچ رہے ہیں اور وہ بھی کوڑیوں کے مول۔ چند درہموں کے بدلے میں یا پائیس یا چالیس درہم کے بدلے۔ یہ دام لے کر آپس میں بانٹ لئے۔ اور اس کی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی انہیں نہیں معلوم تھا کہ اللہ کے ہاں ان کی کیا قدر ہے؟ وہ کیا جانتے تھے کہ اللہ کے نبی بننے والے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اتنا سب کچھ کرنے پر بھی صبر نہ ہوا قافلے کے پیچھے ہو لئے اور ان سے کہنے لگے دیکھو اس غلام میں بھاگ نکلنے کی عادت ہے اسے مضبوط باندھ دو کہیں تمہارے ہاتھوں سے بھی بھاگ نہ جائے۔ اسی طرح باندھ باندھ مصر تک پہنچے اور وہاں آپ کو بازار میں لے جا کر بیچنے لگے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے جو لے گا وہ خوش ہو جائے گا۔ پس شاہ مصر نے آپ کو خرید لیا وہ تھا بھی مسلمان۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ
 أَن يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي
 الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ
 وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٠﴾ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ
 حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٥١﴾

مصر والوں میں سے جس نے اسے خریدا تھا اس نے بیوی سے کہا کہ اسے بہت عزت و احترام کے ساتھ رکھو بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا اسے ہم اپنا بیٹا بنالیں یوں ہم نے مصر کی سرزمین میں یوسف کا قدم جمادیا کہ ہم اسے خواب کی تفسیر کا کچھ علم سکھادیں اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں ○ جب یوسف پوری طاقت کی عمر کو پہنچا تو کیا ہم نے اسے دانائی اور علم دیا ہم نیک کاروں کو ایسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں ○

بازار مصر سے شاہی محل تک: ☆ ☆ (آیت: ۲۱-۲۲) رب کا لطف بیان ہو رہا ہے کہ جس نے آپ کو مصر میں خریدا اللہ نے اس کے دل میں آپ کی عزت و وقعت ڈال دی۔ اس نے آپ کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اس میں خیر و صلاح ہے۔ یہ مصر کا وزیر تھا۔ اس کا نام تظفیر تھا۔ کوئی کہتا ہے اس کے باپ کا نام دو حبیہ تھا یہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا۔ مصر کی سلطنت اس وقت ریان بن ولید کے ہاتھ میں تھی۔ یہ علاقے میں سے ایک شخص تھا۔ عزیز مصر کی بیوی صاحبہ کا نام راعیل تھا۔ کوئی کہتا ہے زلیخا تھا۔ یہ راعیل کی بیٹی تھی۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ مصر میں جس نے آپ کو خریدا اس کا نام مالک بن زعر بن قریب بن عقیق بن مدیان بن ابراہیم تھا۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے زیادہ دور بین اور دور رس اور انجام پر نظریں رکھنے والے اور عقلمندی سے تاڑنے والے تین شخص گزرے ہیں۔ ایک تو نبی عزیز مصر کہ بیک نگاہ حضرت یوسف کو تاڑ گیا اور جانتے ہی بیوی سے کہا کہ اسے اچھی طرح آرام سے رکھو۔ دوسرے وہ بچی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیک نگاہ جان لیا اور جا کر باپ سے کہا کہ اگر آپ کو آدمی کی ضرورت ہے تو ان سے معاملہ کر لیجئے یہ قوی اور با امانت شخص ہے۔ تیسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ آپ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے خلافت حضرت عمرؓ سے خفیہ طور پر لے لی۔

یہاں اللہ تعالیٰ اپنا ایک اور احسان بیان فرما رہا ہے کہ بھائیوں کے پھندے سے ہم نے چھڑایا پھر ہم نے مصر میں لاکر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جمادیا۔ کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرمائیں۔ اللہ کے ارادہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ کون روک سکتا ہے؟ کون خلاف کر سکتا ہے؟ وہ سب پر غالب ہے سب اس کے سامنے عاجز ہیں جو وہ چاہتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے جو ارادہ کرتا ہے کر چکتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ علم سے خالی ہوتے ہیں نہ اس کی حکمت کو مانتے ہیں نہ اس کی حکمت کو جانتے ہیں نہ اس کی باریکیوں پر ان کی نگاہ ہوتی ہے نہ وہ اس کی حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ جب آپ کی عقل کامل ہوئی جب جسم اپنی نشوونما تمام کر چکا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور اس سے آپ کو خصوص کیا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہم نیک کاروں کو ایسی طرح بھلا بدلہ دیتے ہیں کہتے ہیں اس سے مراد تینتیس ۳۳ برس کی عمر ہے۔ یا تیس سے کچھ اوپر کی یا تیس کی یا پچیس کی یا تیس کی یا اٹھارہ کی۔ یا مراد جوانی کو پہنچنا ہے اور اس کے سوا اور اقوال بھی ہیں واللہ اعلم۔

وَرَأَوْنَاهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْابْوَابَ
وَقَالَتْ هَيْت لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا
يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٥﴾

اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھا یوسف کو پہلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی گھمبائی چھوڑ دے دروازے بند کر کے کہنے لگی اور آ جاؤ یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! عزیز مصر میرا سر دار ہے مجھ اس نے بہت ہی اچھی طرح رکھا ہے اُنہی انصافی کرنے والوں کا پہلانا نہیں ہوتا ○

زینچا کی بدینتی سے الزام تک: ☆ ☆ (آیت ۲۳) عزیز مصر جس نے آپ کو خرید ا تھا اور بہت اچھی طرح اولاد کے مثل رکھا تھا اچھی گھر والی سے بھی تاکیدا کہہ دیا تھا کہ انہیں کسی طرح تکلیف نہ ہو عزت و اکرام سے انہیں رکھو۔ اس عورت کی نیت میں کھوٹ آ جاتی ہے۔ جمال یوسف پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ دروازے پھینک کر بن سنور کر برے کام کی طرف یوسف کو بلاتی ہے لیکن حضرت یوسف بڑی سختی سے انکار کر کے اسے مایوس کر دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تیرا خاوند میرا سر دار ہے۔ اس وقت اہل مصر کے محاورے میں بڑوں کے لئے یہی لفظ بولا جاتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں تمہارے خاوند کی مجھ پر مہربانی ہے وہ میرے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آتے ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں ان کی خیانت کروں۔ یاد رکھو چیز کو غیر جگہ رکھنے والے بھلائی کے محروم ہو جاتے ہیں۔ هَيْت لَكَ کو بعض لوگ سریانی زبان کا لفظ کہتے ہیں بعض قبلی زبان کا بعض اسے غریب لفظ بتلاتے ہیں بعض حورانے کا لفظ بتاتے ہیں۔ کسائی اسی قرات کو پسند کرتے تھے اور کہتے تھے اہل حوران کا یہ لفظ ہے حجاز میں آ گیا ہے۔ اہل حوران کے ایک عالم نے کہا ہے کہ یہ ہمارا لفظ ہے۔ امام ابن جریر نے اس کی شہادت میں شعر بھی پیش کیا ہے۔ اس کی دوسری قرات هیت بھی ہے پہلی قرات کے معنی تو آؤ کے تھے اس کے معنی ہیں میں تیرے لئے تیار ہوں بعض لوگ اس قرات کا انکار ہی کرتے ہیں۔ ایک قرات هیت بھی ہے۔ یہ قرات غریب ہے۔ ایک قرات هیت بھی ہے۔ عام مدنی لوگوں کی یہی قرات ہے۔ اس پر بھی شہادت میں شعر پیش کیا جاتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قاریوں کی قراتیں قریب قریب ہیں پس جس طرح تم سکھائے گئے ہو پڑھتے رہو۔ مگر انی سے اور اختلاف سے اور لحن طعن سے اور اعتراض سے بچو اس لفظ کے یہی معنی ہیں کہ آؤ اور سامنے ہو وغیرہ۔ پھر آپ نے اس لفظ کو پڑھا کسی نے کہا اسے دوسری طرح بھی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا درست ہے مگر میں نے تو جس طرح سیکھا ہے اسی طرح پڑھوں گا۔ یعنی هَيْت نہ کہ هَيْت۔ یہ لفظ تذکیر انیٹ واحد متضیع جمع سب کے لئے یکساں ہوتا ہے۔ جیسے هَيْت لَكَ هَيْت لَكُمْ هَيْت لَكُمْ هَيْت لَكُمْ هَيْت لَكُمْ۔

وَلَقَدْ هَمَمْتُ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ﴿٥٦﴾

اس عورت نے یوسف کی طرف کا قصد کیا اور یوسف نے اس کا گمراہ ہونی یہ بات کہہ کر دیکھ لے وہ اپنے پروردگار کی دلیل کو بھی ہوا اس واسطے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کر دیں جبکہ وہ ۱۲۷۰ سے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا ○

یوسف علیہ السلام کے تقدس کا سبب: ☆ ☆ (آیت ۲۴) سلف کی ایک جماعت سے تو اس آیت کے بارے میں وہ مروی ہے جو ابن

جریہ وغیرہ لائے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا قصد اس عورت کے ساتھ صرف نفس کا کھکا تھا۔ بغوی کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے کہ جب میرا کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو تم اس کی نیکی لکھ لو۔ اور جب اس نیکی کو کرے تو اس جیسی دس گنی نیکی لکھ لو۔ اور اگر کسی برائی کا ارادہ کرے اور پھر اسے نہ کرے تو اس کے لئے نیکی لکھ لو۔ کیونکہ اس نے میری وجہ سے اس برائی کو چھوڑا ہے۔ اور اگر اس برائی کو کر ہی گزرے تو اس کے برابر اسے لکھ لو۔ اس حدیث کے الفاظ اور بھی کئی ایک ہیں اصل بخاری مسلم میں بھی ہے۔ ایک قول ہے کہ حضرت یوسف نے اسے مارنے کا قصد کیا تھا۔ ایک قول ہے کہ اسے بیوی بنانے کی تمنا کی تھی۔ ایک قول ہے کہ آپ قصد کرتے اگر دلیل نہ دیکھتے لیکن چونکہ دلیل دیکھ لی قصد نہیں فرمایا۔ لیکن اس قول میں عربی زبان کی حیثیت سے کلام ہے جسے امام ابن جریر وغیرہ نے بیان فرمایا ہے۔ یہ تو تھے اقوال قصد یوسف کے متعلق۔ وہ دلیل جو آپ نے دیکھی اس کے متعلق بھی اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ کہتے ہیں اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو دیکھا کہ گویا وہ اپنی انگلی منہ میں ڈالے کھڑے ہیں۔

اور حضرت یوسفؑ کے سینے پر آپ نے ہاتھ مارا کہتے ہیں اپنے سردار کی خیالی تصویر سامنے آگئی کہتے ہیں آپ کی نظر صحت کی طرف اٹھ گئی دیکھتے ہیں کہ اس پر یہ آیت لکھی ہوئی ہے لَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا خبردار زنا کے قریب بھی پھٹنا بڑی بے حیائی اور اللہ کے غضب کا کام ہے اور وہ بڑا ہی برا راستہ ہے۔ کہتے ہیں تین آیتیں لکھی ہوئی تھیں۔ ایک تو إِنَّ عَلَيْكُمْ لَخِطَبٌ عَظِيمٌ تم پر تنبیہان مقرر ہیں۔ دوسری وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ تَمَّ جَسَّاسٌ حال میں ہوا اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ تیسری آیت أَفَنُحِبُّهُوَ فَإِنَّ اللَّهَ هَرَفُصَّ کے ہر عمل پر حاضر ناظر ہے کہتے ہیں کہ چار آیتیں لکھی پائیں تین وہی جو اوپر ہیں اور ایک حرمت زنا کی جو اس سے پہلے ہے۔ کہتے ہیں کہ کوئی آیت دیوار پر ممانعت زنا کے بارے میں لکھی ہوئی پائی۔ کہتے ہیں ایک نشان تھا جو آپ کے ارادے سے آپ کو روک رہا تھا۔ ممکن ہے وہ صورت یعقوب ہو۔ اور ممکن ہے اپنے خریدنے والے کی صورت ہو۔ اور ممکن ہے آیت قرآنی ہو کوئی ایسی صاف دلیل نہیں کہ کسی خاص ایک چیز کے فیصلے پر ہم پہنچ سکیں پس بہت ٹھیک راہ ہمارے لئے یہی ہے کہ اسے یونہی مطلق چھوڑ دیا جائے جیسے کہ اللہ کا فرمان میں بھی اطلاق ہے۔ (اسی طرح قصد کو بھی) پھر فرماتا ہے ہم نے جس طرح اس وقت اسے ایک دلیل دکھا کر برائی سے بچایا اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے اور اسے برائیوں اور بے حیائیوں سے محفوظ رکھتے رہے۔ وہ تھا بھی ہمارا برگزیدہ پسندیدہ بہترین اور مخلص بندہ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر درود و سلام نازل ہوں۔

وَأَسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَالْفَيَّا سَيِّدَهَا لَدَا
الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ
أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالَ هِيَ رَأَوْتَنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ
مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ
مِنَ الْكَذِبِينَ ۝ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ
وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ
مِنْ كَيْدِكُنَّ ۚ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ۝ يُونُسُفُ أَعْرَضَ عَنْ

هَذَا وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ إِنَّكَ كُنْتَ مِنَ الْخَاطِئِينَ

دونوں دروازے اور اس عورت نے یوسف کا کرتا پیچھے کی طرف سے کھینچے پھاڑ ڈالا۔ دروازے کے پاس ہی عورت کا شوہر دونوں کو مل گیا تو کہنے لگی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے پس اس کی سزا یہی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اور کوئی دردناک سزا دی جائے O یوسف نے کہا یہ عورت ہی بھلا بھلا کر میرے نفس کی حفاظت سے مجھے غافل کرانا چاہتی تھی عورت کے قہقہے ہی کے ایک فحش نے گواہی دی کہ اگر اس کا کرتا آگے سے پھنا ہوا ہے تو عورت بھی ہے اور یوسف جھوٹ بولنے والوں میں ہے O اور اگر اس کا پیرا بن چیکھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف بچوں میں سے ہے O خاندان نے جو دیکھا کہ پیرا بن چیکھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف بچوں میں سے ہے O خاندان نے دیکھا کہ پیرا بن چیکھے کی جانب سے چاک کیا گیا ہے تو صاف کہہ دیا کہ یہ تو عورتوں کے چھند ہیں بے شک تھم کڈے ہماری ہیں O یوسف اب اس بات کو آتی جاتی کر دوارے عورت تو اپنے گناہ سے توبہ کرے بے شک تو گنہگاروں میں ہے O

الزام کی مدافعت اور بچے کی گواہی ☆☆ (آیت: ۲۵-۲۹) حضرت یوسف اپنے تئیں بچانیکے لئے وہاں سے دروازے کی طرف دوڑے اور یہ عورت آپ کو پکڑنے کے ارادے سے آپ کے پیچھے بھاگی۔ پیچھے سے کرتا اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ زور سے اپنی طرف گھسیٹا۔ جس سے حضرت یوسف پیچھے کی طرف گر جانے کے قریب ہو گئے لیکن آپ نے بھی آگے کو زور لگا کر دوڑ جاری رکھی اس میں کرتا پیچھے سے بالکل بے طرح پھٹ گیا اور دونوں دروازے پر پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ عورت کا خاندان موجود ہے اسے دیکھتے ہی اس نے چال چلی اور فوراً ہی سارا الزام یوسف کے قمر نوپ دیا اور آپ اپنی پاک دامنی بلکہ عصمت اور مظلومیت جتانے لگی۔ سوکھا سامنہ بنا کر اپنے خاندان سے اپنی پتا اور پھر پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے فرمائیے حضور آپ کی بیوی سے جو بدکاری کا ارادہ رکھے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟ قید سخت یا بیری مار سے کم تو ہرگز کوئی سزا اس جرم کی نہیں ہو سکتی۔ اب جب کہ حضرت یوسف نے اپنی آبرو کو خطرے میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت لگتی دیکھی تو اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھیں میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھیں یہاں تک کہ میرا کرتا بھی پھاڑ دیا۔ اسی عورت کے قہقہے سے ایک گواہ نے گواہی دی۔ اور عورت و دلیل ان سے کہا کہ پھٹے ہوئے پیرا بن کو دیکھ لو اگر وہ سامنے کے رخ سے پھٹا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے اس نے اسے اپنی طرف لانا چاہا اس نے اسے دھکے دیئے۔ روکا منع کیا ہٹایا اس میں سامنے سے کرتا پھٹ گیا تو واقعی قصور وار مرد ہے اور عورت جو اپنی بے گناہی بیان کرتی ہے وہ سچی ہے فی الواقع اس صورت میں وہ سچی ہے۔ اور اگر اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا پاؤ تو عورت کے جھوٹ اور مرد کے سچ ہونے میں شبہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ عورت اس پر مائل تھی ہی اس سے بھاگا وہ دوڑی پکڑا کرتا ہاتھ میں آ گیا اس نے اپنی طرف گھسیٹا اس نے اپنی جانب کھینچا وہ پیچھے کی طرف سے پھٹ گیا۔ کہتے ہیں یہ گواہ بڑا آدمی تھا جس کے منہ پر دھڑائی تھی یہ عزیز مصر کا خاص آدمی تھا اور پوری عمر کا مرد تھا۔ اور زلیخا کے چچا کا لڑکا تھا زلیخا بادشاہ وقت ریان بن ولید کی بھانجی تھی پس ایک قول تو اس گواہ کے متعلق یہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک جھوٹا سادو دھ پتا گہوارے میں جھونکا پڑا تھا۔

ابن جریر میں ہے کہ چار جھوٹے بچوں نے جھٹھن میں ہی کلام کیا ہے اس پوری حدیث میں اس بچے کا بھی ذکر ہے جس نے حضرت یوسف صدیق کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی۔ ابن عباس فرماتے ہیں چار بچوں نے کلام کیا ہے فرعون کی لڑکی کی مشاطہ کے لڑکے نے۔ حضرت یوسف کے گواہ نے۔ جبرئیل کے صاحب نے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے۔ مجاہد نے تو ایک بالکل ہی غریب بات کہی ہے کہتے ہیں وہ صرف اللہ کا حکم تھا کوئی انسان تھا ہی نہیں۔ اسی تجویز کے مطابق جب زلیخا کے شوہر نے دیکھا تو حضرت یوسف کے پیرا بن کو

بیچے کی جانب سے پھنسا ہوا دیکھا۔ اس کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یوسف سچا ہے اور اس کی بیوی جھوٹی ہے وہ یوسف صدیق پر تہمت لگا رہی ہے تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ یہ تو تم عورتوں کا فریب ہے۔ اس نوجوان پر تم تہمت باندھ رہی ہو اور جھوٹا الزام رکھ رہی ہو۔ تمہارے تریاچر تو ہیں ہی چکر میں ڈال دینے والے۔ پھر حضرت یوسف سے کہتا ہے کہ آپ اس واقعہ کو بھول جائیے جانے دیجئے اس نامراد واقعہ کا پھر سے ذکر ہی نہ کیجئے۔ پھر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گناہ سے استغفار کرو نرم آدمی تھا نرم اخلاق تھے۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ وہ جان رہا تھا کہ عورت معذور سمجھے جانے کے لائق ہے اس نے وہ دیکھا ہے جس پر صبر کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے اسے ہدایت کردی کہ اپنے بڑے ارادے سے توبہ کر۔ سراسر توبہی خطا وار ہے۔ کیا خود الزام دوسروں کے سر رکھا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ
نَفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرِيهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۵﴾

شہر کی عورتوں میں یہ چرچا ہونے لگا کہ عزیز کی بیوی اپنے جوان غلام کو اپنا مطلب کالے کے لئے بھلائے بھلائے میں لگی رہتی ہے۔ اس کے تودل میں یوسف کی محبت بیچھ لگی ہے ہمارے خیال میں تو دوسری غلطی میں پڑ رہی ہے ○

داستان عشق اور حسینان مصر: ☆ ☆ (آیت: ۳۰) اس داستان محبت کی خبر شہر میں ہو گئی چرچے ہونے لگے۔ چند شریف زاد یوں نے نہایت تعجب و حقارت سے اس قصے کو وہ ہرایا کہ دیکھو وزیر کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے اس کی محبت کو اپنے دل میں جمائے ہوئے ہے۔ شغف کہتے ہیں حد سے گزری ہوئی قائل محبت کو اور شغف اس سے کم درجے کی ہوتی ہے دک کے پردوں کو عورتیں شفاف کہتے ہیں کہتی ہیں کہ عزیز کی بیوی صرف غلطی میں پڑی ہوئی ہے۔ ان غیبتوں کا پتہ عزیز کی بیوی کو بھی چل گیا۔ یہاں لفظ کمراس لئے بولا گیا ہے کہ بقول بعض خود ان عورتوں کا یہی الواقع ایک کھلا کر تھا۔ انہیں تو دراصل حسن یوسف کے دیدار کی تمنائی یہ تو صرف ایک حیلہ بنایا تھا۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ
مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ
عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ
لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ۖ قَالَتْ فَذَلِكُنَّ
الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ وَلَقَدْ رَاودْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ
وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَا أُمِرُهُ لَيُسْجَنَ وَلَيَكُونًا مِّنَ
الصَّغِيرِينَ ﴿۵﴾

اس نے جب ان کی اس پرفریب غیبت کا حال سنا تو غصے بولا بیجا اور ان کے لئے ایک مجلس مرتب کی اور ان میں سے ہر ایک کو چھری دی اور کہا اے یوسف ان کے سامنے چلے جاؤ ان عورتوں نے جب اسے دیکھا تو بہت بوجھا تا اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور زبان سے نکل گیا کہ حاشا للہ یہ انسان تو ہرگز نہیں یہ تو یقیناً کوئی بہت ہی بزرگ فرشتہ ہے ○ اسی وقت عزیز مصر کی بیوی نے کہا ہمیں جس کے بارے میں میں تجھے طے دے رہی تھی میں نے ہر چند اسے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا لیکن

یہ بال بال بیمار ہوا اللہ جو کچھ میں اسے کہہ رہی ہوں اگر یہ نہ کرے گا تو یقیناً یہ قید کر دیا جائے گا اور بے شک یہ بہت ہی بے عزت ہوگا ○

(آیت: ۳۱-۳۲) عزیز کی بیوی بھی ان کی چال سمجھ گئی اور پھر اس میں اس نے اپنی معذوری کی مصلحت بھی دیکھی تو ان کے پاس اسی وقت بلاوا بھیج دیا کہ کفلاں وقت آپ کی میرے ہاں دعوت ہے۔ اور ایک مجلس مغلّ اور بیشک درست کر لی جس میں پھل اور میوہ بہت تھا اس نے تراش تراش کر چھیل چھیل کر کھانے کے لئے ایک ایک تیز چاقو سب کے ہاتھ میں دے دیا یہ تھا ان عورتوں کے دھوکے کا جواب انہوں نے اعتراض کر کے جمال یوسف دیکھنا چاہا اس نے اپنے تئیں معذور ظاہر کرنے اور ان کے مکر کو ظاہر کرنے کے لئے انہیں خود زخمی کر دیا اور خود ان ہی کے ہاتھ سے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ آئیے۔ انہیں اپنی مالک کا حکم ماننے سے کیسے انکار ہو سکتا تھا؟ اسی وقت جس کمرے میں تھے وہاں سے آگئے عورتوں کی نگاہ جو آپ کے چہرے پر پڑی تو سب کی سب دہشت زدہ رہ گئیں ہیبت و جلال اور رعب حسن سے بے خود ہو گئیں اور بجائے اس کے کہ ان تیز چلنے والی چھریوں سے پھل کٹنے ان کے ہاتھ اور انگلیاں کٹنے لگیں حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ضیافت باقاعدہ پہلے ہو چکی تھی اب تو صرف میوے سے تواضع ہو رہی تھی۔ بیٹھے ہاتھوں میں تھے چاقو چل رہے تھے جو اس نے کہا یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو؟ سب ایک زبان ہو کر بول اٹھیں ہاں ضرور۔ اسی وقت حضرت یوسف سے کہلوا بھیجا کہ تشریف لائیے آپ آئے پھر اس نے کہا جانیے آپ چلے گئے آتے جاتے سامنے سے پیچھے سے ان سب عورتوں نے پوری طرح آپ کو دیکھا۔ دیکھتے ہی سب سکتے میں آ گئیں ہوش حواس جاتے رہے بجائے نیوکانے کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ اور کوئی احساس تک نہ ہوا ہاں جب حضرت یوسف چلے گئے تب ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی۔ تب پتہ چلا کہ بجائے پھل کے ہاتھ کاٹ لیے ہیں۔ اس پر عزیز کی بیوی نے کہا دیکھا ایک ہی مرتبہ کہ جمال نے تمہیں ایسا از خود رفتہ کر دیا پھر بتاؤ میرا کیا حال ہوگا؟ عورتوں نے کہا واللہ یہ انسان نہیں۔ یہ تو فرشتہ ہے اور فرشتہ بھی بڑے مرتبہ والا۔ آج کے بعد ہم کبھی تمہیں ملامت نہ کریں گی۔ ان عورتوں نے حضرت یوسفؑ جیسا تو کہاں ان کے قریب ان کے مشابہ بھی کوئی شخص نہیں دیکھا تھا۔ آپ کو آدھا حسن قدرت نے عطا فرما رکھا تھا۔

چنانچہ معراج کی حدیث میں ہے کہ تیسرے آسمان میں رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت یوسفؑ اور آپ کی والدہ صلبہ کو آدھا حسن قدرت کی فیاضیوں نے عنایت فرمایا تھا۔ اور روایت میں تھا کہ حسن یوسفؑ کو اور آپ کی والدہ کو دیا گیا تھا۔ آپ کا چہرہ بجلی کی طرح روشن تھا جب کبھی کوئی عورت آپ کے پاس کسی کام کے لئے آتی تو آپ اپنا منہ ڈھک کر اس سے بات کرتے کہیں وہ فتنے میں نہ پڑ جائے۔ اور روایت میں ہے کہ حسن کے تین حصے کئے گئے تمام لوگوں میں دو حصے تقسیم کئے گئے اور ایک حصہ صرف آپ کو اور آپ کی ماں کو دیا گیا۔ یا جن کی دو تہائیاں ان ماں بیٹے کو ملیں اور ایک تہائی میں دنیا کے تمام لوگوں کو اور روایت میں ہے کہ حسن کے دو حصے کئے گئے ایک حصے میں حضرت یوسفؑ اور آپ کی والدہ حضرت سارہ اور ایک حصے میں دنیا کے اور سب لوگ۔ بجلی میں ہے کہ آپ کو حضرت آدم کا آدھا حسن دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے کمال صورت کا نمونہ بنایا تھا اور بہت ہی حسین پیدا کیا تھا آپ کی اولاد میں آپ کا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔ اور حضرت یوسف کو ان کا آدھا حسن دیا گیا تھا۔ پس ان عورتوں نے آپ کو دیکھ کر ہی کہا کہ معاذ اللہ یہ انسان نہیں۔ بشر کی دوسری قرات بشری ہے یعنی یہ تو خرید کیا ہوا ہو ہی نہیں سکتا یہ تو کوئی ذی عزت فرشتہ ہے۔ اب عزیز کی بیوی نے کہا بتلاؤ اب تو تم مجھے عذر والی سمجھو گی؟ اس کا جمال و کمال کیا ایسا نہیں کہ صبر و برداشت چھین لے؟ میں نے اسے ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ میرے قبضے میں نہیں آیا۔ اب سمجھ لو کہ جہاں اس میں یہ بہترین ظاہری خوبی ہے وہاں عصمت و عفت کی یہ باطنی خوبی بھی بے نظیر ہے۔ پھر دھرم کا ننگ لگی کہ اگر میری بات یہ نہ مانے گا تو اسے قید خانہ جلتنا

پڑے گا۔ اور میں اس کو بہت ذلیل کروں گی۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَإِلَّا
تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ
الْجَاهِلِينَ ۖ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

یوسف نے دعا کی اے میرے پروردگار جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے اگر تو نے ان کا نین فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بالکل میں جاہلوں سے جاہلوں کا ○ اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کے دواؤں اس سے پھیر دئے یقیناً وہ سننے والے ○

(آیت ۳۳-۳۴) اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے اس ڈھونگ سے اللہ کی پناہ طلب کی اور دعا کی کہ یا اللہ مجھے جیل خانے جانا پسند ہے مگر تو مجھے ان کے بد ارادوں سے محفوظ رکھ ایسا نہ ہو کہ میں کسی برائی میں پھنس جاؤں۔ اے اللہ تو اگر مجھے بچالے تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ مجھ میں اتنی قوت نہیں۔ مجھے اپنے کسی نفع نقصان کا کوئی اختیار نہیں تیری مدد اور تیرے رحم و کرم بغیر نہ میں کسی گناہ سے رک سکوں نہ کسی کو رسکوں میں اے باری تعالیٰ تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں تو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر دے کہ میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کریم و قادر نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو بال بال بچا لیا، عصمت و عفت عطا فرمائی اپنی حفاظت میں رکھا اور برائی سے آپ بچے ہی رہے۔ باوجود پھر پور جوانی کے باوجود بے انداز حسن و خوبی کے باوجود ہر طرح کے کمال کے جو آپ میں تھا آپ اپنی خواہش نفس کی بے جا تکمیل سے بچتے رہے۔ اور اس عورت کی طرف رخ بھی نہ کیا جو رئیس زادی ہے رئیس کی بیوی ہے ان کی مالکدہ ہے پھر بہت ہی خوبصورت ہے جمال کے ساتھ ہی مال بھی ہے ریاست بھی ہے۔ وہ اپنی بات کے ماننے پر انعام و اکرام کا اور نہ ماننے پر جیل کا اور سخت سزا کا حکم سنار ہی ہے۔ لیکن آپ کے دل میں خوف اللہ کا سمندر موج زن ہے آپ اپنے اس دنیوی آرام کو اور اس عیش و لذت کو نام رب پر قربان کرتے ہیں اور قید و بند کو اس پر ترجیح دیتے ہیں کہ اللہ کے عذابوں سے بچ جائیں اور آخرت میں ثواب کے مستحق بن جائیں۔

بخاری مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سات قسم کے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ عز و جل اپنے سائے تلے سایہ دے گا جس دن کوئی سایہ سوا اس کے سائے کے نہ ہوگا۔ (۱) مسلمان عادل بادشاہ۔ (۲) وہ جوان مرد و عورت جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری۔ (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہو باوجود جب مسجد سے نکلا مسجد کی دھن میں رہے یہاں تک کہ پھر وہاں جائے۔ (۴) وہ شخص جو آپس میں محض اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ (۵) وہ شخص جو مصدقہ دیتا ہے لیکن اس پوشیدگی سے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو نہیں ہوتی۔ (۶) وہ شخص جسے کوئی جاہ و منصب والی جمال و صورت والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۷) وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پھر اس کی دونوں آنکھیں بہ نکلیں۔

ثُمَّ بَدَأَ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيْسَ جُئْنُهُ حَتَّىٰ حِينٌ ۝

ان تمام نشانوں کے دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف کو کچھ مدت کے لئے قید خانے میں رکھیں ○

جیل خانہ اور یوسف علیہ السلام ☆ ☆ (آیت: ۳۵) حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامن کا راز سب پر کھل گیا۔ لیکن تاہم ان لوگوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ کچھ مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ میں ہی رکھیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس میں ان سب نے یہ مصلحت سوچی ہو کہ لوگوں میں بات پھیل گئی ہے کہ عزیز کی بیوی اس کی چاہت میں جتا ہے۔ جب ہم یوسف کو قید کر دیں گے تو لوگ سمجھ لیں گے کہ قصور اسی کا تھا اسی نے کوئی ایسی نگاہ کی ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ مصر نے آپ کو قید خانے سے آزاد کرنے کے لئے اپنے پاس بلوایا تو آپ نے وہیں سے فرمایا کہ میں نہ نکلوں گا جب تک میری برات اور میری پاک دامن صاف طور پر ظاہر نہ ہو جائے اور آپ حضرات اس کی پوری تحقیق نہ کر لیں جب تک بادشاہ نے ہر طرح کے گواہ سے بلکہ خود عزیز کی بیوی سے پوری تحقیق نہ کر لی اور آپ کا بے قصور ہونا ساری دنیا پر کھل نہ گیا آپ جیل خانے سے باہر نہ نکلے۔ پھر آپ باہر آئے جب کہ ایک دل بھی ایسا نہ تھا جس میں صدیق اکبر نبی اللہ پاک ادا کرنا اور معصوم رسول اللہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ذرا بھی بدگمانی ہو۔ قید کرنے کی بڑی وجہ یہی تھی کہ عزیز کی بیوی کی رسوائی نہ ہو۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيْنِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرِيتُ نَحْمَرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرِيتُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْرًا ۖ تَأْكُلُ الظِّيرُ مِنْهُ نَبْتَنَا ۖ يَتَّوِيلُهُ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

اس کے ساتھ ہی دو اور جوان بھی جیل خانے میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے تو کہا کہ میں نے خواب میں اپنے تئیں شراب پھڑتے دیکھا ہے اور دوسرے نے کہا میں نے اپنے تئیں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر دوئی اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے ہیں ہمیں آپ اس کی تعبیر بتائیے ہمیں تو آپ خوبیوں والے شخص دکھائی دیتے ہیں ○

جیل خانہ میں بادشاہ کے باورچی اور ساتی سے ملاقات ☆ ☆ (آیت: ۳۶) اتفاق سے جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانے جانا پڑا اسی دن بادشاہ کا ساتی اور نان بانی بھی کسی جرم میں جیل خانے بھیجا گیا۔ ساتی کا نام بندا تھا اور باورچی کا نام بھلت تھا۔ ان پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے کھانے پینے میں بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی تھی قید خانے میں بھی نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نیکیوں کی کافی شہرت تھی۔ سچائی، امانت داری، سقاوت، خوش خلقی، کثرت عبادت اللہ، ترسی، علم و عمل، تعبیر خواب، احسان و سلوک وغیرہ میں آپ مشہور ہو گئے تھے جیل خانے کے قیدیوں کی بھلائی ان کی خیر خواہی ان سے مروّت و سلوک ان کے ساتھ بھلائی اور احسان ان کی دلجوئی اور دلداری ان کے بیماروں کی تیمارداری خدمت اور دوا دار دہی آپ کا شخص تھا۔ یہ دونوں شاہی ملازم حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت ہی محبت کرنے لگے۔ ایک دن کہنے لگے کہ حضرت ہمیں آپ سے بہت ہی محبت ہو گئی ہے آپ نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے۔ بات یہ ہے کہ مجھے تو جس نے چاہا کوئی نہ کوئی آفت ہی مجھ پر لایا۔ چھوچی کی محبت باپ کا پیارا عزیز کی بیوی کی چاہت سب مجھے یاد ہے۔ اور اس کا نتیجہ میری ہی نہیں بلکہ تمہاری بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب دونوں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا ساتی نے تو

دیکھا کہ وہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہے۔

ابن مسعودؓ کی قرأت میں خمر اُکے بدلے لفظ عبا ہے۔ اہل عمان انگور کو خمر کہتے ہیں۔ اس نے دیکھا تھا کہ گویا اس نے انگور کی تیل بوتلی ہے اس میں خوشے لگے ہیں اس نے توڑے ہیں پھر ان کا شیرہ نچوڑ رہا ہے کہ بادشاہ کو چلائے۔ یہ خواب بیان کر کے آرزو کی کہ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتلائے۔ اللہ کے پیغمبر نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں تین دن کے بعد نیل خانے سے آزاد کر دیا جائے گا اور تم اپنے کام پر یعنی بادشاہ کی ساقی گری پر لگ جاؤ گے۔ دوسرے نے کہا جناب میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرند آ کر اس میں سے کھا رہے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات تو یہی ہے کہ واقعی ان دونوں نے یہی خواب دیکھے تھے۔ اور ان کی صحیح تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کی تھی۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ درحقیقت انہوں نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا تھا۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کے لئے جوئے خواب بیان کر کے تعبیر طلب کی تھی۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقُنِي إِلَّا نَبَأَكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ
 أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ
 قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ وَاتَّبَعْتُ
 مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مِمَّا كَانَ لَنَا أَنْ
 نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ
 وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝

یوسف نے کہا تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں ○ میں اپنے باپ داؤد کے دین کا پابند ہوں یعنی ابراہیم واسحاق و یعقوب کے دین کا ہمیں ہرگز یہ سزا اور نرسن کے ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں ہم پر اور تمام اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں ○

جیل خانہ میں خوابوں کی تعبیر کا سلسلہ اور تبلیغ تو حید: ☆☆ (آیت: ۳۷-۳۸) حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دونوں قیدی ساتھیوں کو تسکین دیتے ہیں کہ میں تمہارے خواب کی صحیح تعبیر جانتا ہوں اور اس کے بتانے میں مجھے کوئی بخل نہیں۔ اس کی تعبیر کے واقع ہونے سے پہلے ہی میں تمہیں وہ بتا دوں گا۔ حضرت یوسف کے اس فرمان اور اس وعدے سے تو یہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف تنہائی کی قید میں تھے کھانے کے وقت کھول دیا جاتا تھا اور ایک دوسرے سے مل سکتے تھے اس لئے آپ نے ان سے یہ وعدہ کیا اور ممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے تھوڑی تھوڑی کر کے دونوں خواب کی پوری تعبیر بتلائی گئی ہو۔ ابن عباس سے یہ اثر مروی ہے گو بہت غریب ہے۔ پھر فرماتے ہیں مجھے یہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کافروں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو نہ اللہ کو مانیں نہ آخرت کو برحق جانیں۔ میں نے اللہ کے پیغمبروں کے سچے دین کو مان رکھا ہے اور اسی کی تابعداری کرتا ہوں خود میرے باپ دادا اللہ کے رسول تھے ابراہیم

’اسحاق‘ یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ فی الواقع جو بھی راہ راست پر استقامت سے چلے ہدایت کا پیرور ہے۔ اللہ کے رسولوں کی اتباع کو لازم پکڑ لے گا مگر انہوں کی راہ سے منہ پھیر لے۔

اللہ تبارک تعالیٰ اس کے دل کو پر نور اور اس کے سینے کو معمور کر دیتا ہے۔ اسے علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اسے بھلائی میں لوگوں کا پیشوا کر دیتا ہے کہ اور دنیا کو وہ نیکی کی طرف بلا تا رہتا ہے۔ ہم جب کہ راہ راست دکھا دیے گئے تو حید کی سمجھ دے دیے گئے شرک کی برائی بتا دیے گئے۔ پھر ہمیں کیسے یہ بات زیب دیتی ہے؟ کہ ہم اللہ کے ساتھ اور کسی کو بھی شریک کر لیں۔ یہ تو حید اور یہ سچا دین اور یہ اللہ کی وحدانیت کی گواہی یہ خاص اللہ کا فضل ہے جس میں ہم تنہا نہیں بلکہ اللہ کی اور مخلوق بھی شامل ہے۔ ہاں ہمیں یہ برتری ہے کہ ہماری جانب یہ براہ راست اللہ کی وحی آئی۔ اور لوگوں کو ہم نے یہ وحی پہنچائی۔ لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ اللہ کی اس زبردست نعمت کی جو اللہ نے ان پر رسول بھیج کر انعام فرمائی ہے ناقدری کرتے ہیں اور اسے مان کر نہیں رہتے۔ بلکہ رب کی نعمت کے بدلے کفر کرتے ہیں۔ اور خود مع اپنے ساتھیوں کے ہلاکت کے گھر میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ دادا کو بھی باپ کے مساوی میں رکھتے ہیں اور فرماتے جو چاہے میں حطیم میں اس سے مہلبہ کرنے کو تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے دادا دادی کا ذکر نہیں کیا دیکھو حضرت یوسفؑ کے بارے میں فرمایا میں نے اپنے باپ ابراہیمؑ اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے دین کی پیروی کی۔

يٰصَاحِبِ السِّجْنِ اٰزْبَابُ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ التَّوَّاحِدُ
الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِهٖ اِلَّا اَسْمَاءُ سَمِيْتُمُوهَا اَنْتُمْ
وَاٰبَاؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ
اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنْ اَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقتور؟ اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ فرماں رواؤ! صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اس کا فرمان اس کے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو نہ نبی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۝

شاہی باورچی اور ساتی کے خواب کی تعبیر اور پیغام تو حید: ☆ (آیت: ۳۹-۴۰) یوسف علیہ السلام سے وہ اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے آئے ہیں آپ نے انہیں تعبیر خواب بتا دیے کا اقرار کر لیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے انہیں تو حید کا وعظ سنا رہے ہیں۔ اور شرک سے اور مخلوق پرستی سے نفرت دلارہے ہیں۔ فرما رہے ہیں کہ وہ خدا نے واحد جس نے ہر چیز پر قبضہ کر رکھا ہے جس کے سامنے تمام مخلوق پست و عاجز لاچار رہے بس ہے۔ جس کا جانی شریک اور ساجھی کوئی نہیں۔ جس کی عظمت و سلطنت چپے چپے اور ذرے ذرے پر ہے وہی ایک بہتر یا تمہارے یہ خیالی کمزور اور ناکارے بہت سے معبود بہتر؟۔

پھر فرمایا کہ تم جن جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو بے سند ہیں۔ یہ نام اور ان کے لئے عبادت یہ تمہاری اپنی گھڑت ہے۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے باپ دادے بھی اس مرض کے مریض تھے۔ لیکن کوئی دلیل اس کی تم لا نہیں سکتے بلکہ اس کی کوئی عقلی نقلی دلیل

دنیا میں اللہ نے بنائی ہی نہیں۔ حکم تعریف، قبضہ قدرت، کل کی کل اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا اور اپنے سوا کسی اور کی عبادت کرنے سے باز آنے کا قطعی اور حتمی حکم دے رکھا ہے۔ دین مستقیم یہی ہے کہ اللہ کی توحید ہو اس کے لئے ہی عمل و عبادت ہو۔ اسی اللہ کا حکم اس پر بے شمار دلیلیں موجود ہیں۔ لیکن اکثر لوگ ان باتوں سے ناواقف ہیں۔ نادان ہیں توحید و شرک کا فرق نہیں جانتے۔ اسی لئے اکثر شرک کی دلدل میں دھسے رہتے ہیں۔ باوجود نبیوں کی چاہت کے انہیں یہ امن نصیب نہیں ہوتا۔ خواب کی تعبیر سے پہلے اس بحث کے چھیڑنے کی ایک خاص مصلحت یہ بھی تھی کہ ان میں سے ایک کے لئے تعبیر نہایت بری تھی تو آپ نے چاہا کہ یہ اسے نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔ لیکن اس تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ خصوصاً ایسے موقع پر جب کہ اللہ کے پیغمبران سے تعبیر دینے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ یہاں تو صرف یہ بات ہے کہ انہوں نے آپ کی بزرگی اور عزت دیکھ کر آپ سے ایک بات پوچھی۔ آپ نے اس کے جواب سے پہلے انہیں اس سے زیادہ بہتر کی طرف توجہ دلائی۔ اور دین اسلام ان کے سامنے مع دلائل پیش فرمایا۔ کیونکہ آپ نے دیکھا تھا کہ ان میں بھلائی کے قبول کرنے کا مادہ ہے۔ بات کو سوچیں گے۔ جب آپ اپنا فرض ادا کر چکے۔ احکام اللہ کی تبلیغ کر چکے۔ تو اب بغیر اس کے کہ وہ دوبارہ پوچھیں آپ نے ان کا جواب شروع کیا۔

يٰصَاحِبِ السِّجْنِ اَمَّا اَحَدُكُمْ فَيَسْقٰى رَبَّهٗ خَمْرًا وَاَمَّا الْاٰخَرُ
فَيُصَلَّبُ فَتَاكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَاسِهٖ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِي
فِيْهِ تَسْتَفْتِيْنَ ۗ وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ اَنَّهُ نَتٰجُ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ
رَبِّكَ ۚ فَانْسَاهُ الشَّيْطٰنُ ۚ ذَكَرَ رَبَّهٗ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۚ

اے میرے قید خانے کے رفیقو! تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر ہو جائے گا لیکن دوسرا سولی دیا جائیگا اور پرندے اس کا سر نوچ
نوچ کھائیں گے تم دونوں جس کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے وہ کام فعل کر دیا گیا O جس کی نسبت یوسف کا گمان تھا کہ ان دونوں میں سے یہ چھوٹ جائے گا
اس سے کہا کہ اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف نے کئی سال قید خانے میں ہی کانے O

خواب اور اس کی تعبیر: ☆ ☆ (آیت ۴۱) اب اللہ کے برگزیدہ پیغمبران کے خواب کی تعبیر بتلا رہے ہیں لیکن یہ نہیں فرماتے کہ تیرے
خواب کی یہ تعبیر ہے اور تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے تاکہ ایک رنجیدہ نہ ہو جائے اور موت سے پہلے اس پر موت کا بوجھ نہ پڑ جائے۔ بلکہ ہم کر
کے فرماتے ہیں تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کا ساقی بن جائے گا یہ دراصل یہ اس کے خواب کی تعبیر ہے جس نے شیرہ انگور تیار کرتے اپنے
تئیں دیکھا تھا۔ اور دوسرا جس نے اپنے سر پر درویشاں دیکھی تھیں اس کے خواب کی تعبیر یہی دی کہ اسے سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا مغز
کھائیں گے پھر ساتھ ہی فرمایا کہ یہ اب ہو کر ہی رہے گا۔ اس لئے کہ جب تک خواب کی تعبیر بیان نہ کی جائے وہ معلق رہتا ہے اور جب تعبیر
ہو چکی وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ تعبیر سننے کے بعد ان دونوں نے کہا کہ ہم نے تو دراصل کوئی خواب دیکھا ہی نہیں۔

آپ نے فرمایا اب تو تمہارے سوال کے مطابق ظاہر ہو کر ہی رہے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص خواہ خواہ کا خواب گھڑ لے اور
پھر اس کی تعبیر بھی دے دی جائے تو وہ لازم ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں خواب کو یا پرندے کے پاؤں
پر ہے جب تک اس کی تعبیر نہ دے دی جائے جب تعبیر دے دی گئی پھر وہ واقع ہو جاتا ہے مسند ابویعلیٰ میں مرفوعاً مروی ہے کہ خواب کی تعبیر

سب سے پہلے جس نے دی اس کے لئے ہے۔

تعبیر بتا کر بادشاہ وقت کو اپنی یاد دہانی کی تاکید: ☆ ☆ (آیت: ۴۲) جسے حضرت یوسفؑ نے اس کے خواب کی تعبیر کے مطابق اپنے خیال میں جیل خانہ سے آزاد ہونے والا سمجھا تھا اس سے درپردہ علیحدگی میں کہ وہ دوسرا یعنی باورچی نہ سنے فرمایا کہ بادشاہ کے سامنے ذرا میرا ذکر بھی کر دیتا۔ لیکن یہ اس بات کو بالکل ہی بھول گیا۔ پھر بھی ایک شیطانی چال ہی تھی جس سے نبی اللہ علیہ السلام کئی سال تک قید خانے میں ہی رہے۔ پس ٹھیک قول یہی ہے کہ فائزہ میں وہ کی مہیر کا مرجع نجات پانے والا شخص ہی ہے۔ گویا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مہیر حضرت یوسف کی طرف پھرتی ہے۔ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یوسف یہ کلمہ نہ کہتے تو جیل خانے میں اتنی لمبی مدت نہ گزارتے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور سے کشادگی چاہی یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے اس لئے کہ سفیان بن کعب اور ابراہیم بن یزید دونوں راوی ضعیف ہیں۔ حسن اور قزوہ سے مرسل مروی ہے۔ گو مرسل حدیثیں کسی موقع پر قابل قبول بھی ہوں لیکن ایسے اہم مقامات پر ایسی مرسل روایتیں ہرگز احتجاج کے قابل نہیں ہو سکتیں۔ واللہ اعلم۔ بضیع لفظ تین سے نو تک کے لئے آتا ہے۔ حضرت دہب بن منہب کا بیان ہے کہ حضرت ابوبہارؓ میں سات سال تک جلا رہے۔ اور حضرت یوسفؑ قید خانے میں سات سال تک رہے۔ اور جنت لعل کا عذاب بھی سات سال تک رہا ابن عباسؓ کہتے ہیں مدت قید بارہ سال تھی۔ شحاک کہتے ہیں چودہ برس آپ نے قید خانے میں گزارا ہے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ نَّخْصٍ وَآخَرُ لَبِيسٍ لِّيَأْكُلُنَّهَا أُمَّلَاءُ مِثْلِي فِي رُؤْيَايَ إِنَّكُمْ لِلرَّءِيَا تَعْبُرُونَ ﴿٤٤﴾ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ﴿٤٥﴾ وَقَالَ الَّذِي نَجَّاهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ﴿٤٦﴾

بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی فریجیاں ہیں جن کو سات لاغر دلی چلی گائیں کھاری ہے اور سات ہائیں ہیں ہری ہری اور سات اور ہیں بالکل خشک اسے درباریوں نے اس خواب کی تعبیر تلاؤا کرتے خواب کی تعبیر دے سکتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو اڑتے اڑتے پریشان خواب ہیں اور ایسے شور بہ پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے نہیں ہیں ان کو قدیم یوں میں سے جو چھوٹا تھا اسے مدت کے بعد یاد آ گیا اور کہنے لگا میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں

گامچے جانے کی اجازت دیجئے ○

شاہ مصر کا خواب اور تلاش تعبیر میں یوسف علیہ السلام تک رسائی: ☆ ☆ (آیت: ۴۳-۴۵) قدرت اللہ نے یہ مقرر رکھا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے سے بعزت و اکرام پاکیزگی برات اور عصمت کے ساتھ نکلیں۔ اس کے لئے قدرت نے یہ سب بنایا کہ شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ بھونچکا سا ہو گیا۔ دربار منعقد کیا اور تمام امراء و رؤسا کا ہنجم علماء اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں کو جمع کیا۔ اور اپنا خواب بیان کر کے ان سب سے تعبیر دریافت کی۔ لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اور سب نے لاچار ہو کر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کوئی باقاعدہ لائق تعبیر سچا خواب نہیں جس کی تعبیر ہو سکے۔ یہ تو یونہی پریشان خواب مخلوق خیاالات اور فضول توہمات کا خاکہ ہے اس کی تعبیر ہم نہیں جانتے۔ اس وقت شاہی ساتی کو حضرت یوسف علیہ السلام یاد آ گئے کہ وہ تعبیر خواب کے پورے ماہر ہیں۔ اس علم میں ان کو کافی مہارت

ہے یہ وہی شخص ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جبل خاند بھگت رہا تھا یہ بھی اور اس کا ایک اور ساتھی بھی۔ اسی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ بادشاہ کے پاس میرا ذکر بھی کرنا۔ لیکن اسے شیطان نے بھلا دیا تھا۔ آج مدت مدید کے بعد اسے یاد آگیا اور اس نے سب کے سامنے کہا کہ اگر آپ کو اس کی تعبیر سننے کا شوق ہے اور وہ بھی صحیح تعبیر تو مجھے اجازت دو۔ یوسف صدیق علیہ السلام جو قید خانے میں ہیں ان کے پاس جاؤں اور ان سے دریافت کر آؤں۔ سب نے اسے منظور کیا اور اسے اللہ کے محترم نبی علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ اُمتہ کی دوسری قرات اُمتہ بھی ہے۔ اس کے معنی بھول کے ہیں۔ یعنی بھول جانے کے بعد اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان یاد آیا۔

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سَوِيٍّ يَأْكُلْنَ سَبْعَ عَجَافٍ وَ سَبْعِ سُتَبَلَاتٍ خُضِرٍ وَأَحْمَرَ يُدْسِتُ لَعَلِّي أَرْجِعَ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٥٠﴾ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَابَّاءَ فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُتَبَلٍ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَحْصِنُونَ ﴿٥٢﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصَرُونَ ﴿٥٣﴾

اے یوسف اے بہت بڑے سچے یوسف آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلائیے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دہلی بلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالکل ہزخو ہیں اور سات ہی اور بھی ہیں بالکل خشک تاکہ میں واپس جا کر ان لوگوں سے کہوں کہ وہ سب جان لیں ۵۰ یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم سات سال تک بے درپے لگا کر اس حسبِ عادت برابر قلعہ بویا کرنا اور فصل کاٹ کر اسے بالوں سمیت ہی رہنے دینا بچو اپنے کھانے کی تعداد کے لئے ۵۱ اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا جو اس قحط سے بچو جو تم روک رکھو ۵۲ اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش برسانی جائے گی اور اس میں شیرہ انور بھی خوب نمودار ہوگی ۵۳

(آیت: ۳۶-۳۹) دربار سے اجازت لے کر یہ چلا۔ قید خانے پہنچ کر اللہ کے نبی ابن نبی ابن نبی علیہم السلام سے کہا کہ اے نرے سچے یوسف علیہ السلام بادشاہ نے اس طرح کا ایک خواب دیکھا ہے۔ اسے تعبیر کا اشتیاق ہے۔ تمام دربار بھرا ہوا ہے۔ سب کی نگاہیں لگیں ہوئیں۔ آپ مجھے تعبیر بتلا دیں تو میں جا کر انہیں سناؤں اور سب معلوم کر لیں۔ آپ نے نہ تو اسے کوئی ملامت کی کہ تو اب تک مجھے بھولے رہا۔ باوجود میرے کہنے کے تو نے آج تک بادشاہ سے میرا ذکر بھی نہ کیا۔ نہ اس امر کی درخواست کی کہ مجھے جبل خاند سے آزاد کیا جائے بلکہ بغیر کسی ترنا کے اظہار کے بغیر کسی الزام دینے کے خواب کی پوری تعبیر سنادی۔ اور ساتھ ہی تدبیر بھی بتادی۔

فرمایا کہ سات فربہ گایوں سے مراد یہ ہے کہ سات سال تک برابر حاجت کے مطابق بارش برتی رہے گی۔ خوب تر سالی ہوگی۔ غلے کھیت باغات خوب پھلیں گے۔ یہی مراد سات ہری بالیوں سے ہے۔ گائیں تیل ہی بلوں میں جتنے ہیں ان سے زمین پر کھیتی کی جاتی ہے اب ترکیب بھی بتلا دی کہ ان سات برسوں میں جو اناج قلعہ لٹکے۔ اسے بطور ذخیرہ کے جمع کر لیں۔ اور رکھنا بھی بالوں اور خوشوں سمیت

تاکہ سڑے گلے نہیں خراب نہ ہو۔ ہاں اپنی کھانے کی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لینا۔ لیکن خیال رہے کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ لیا جائے صرف حاجت کے مطابق ہی نکالا جائے۔ ان سات برسوں کے گزرتے ہی اب جو قحط سالیاں شروع ہوں گی وہ برابر سات سال تک متواتر رہیں گی۔ نہ بارش برے گی نہ پیداوار ہوگی۔ یہی مراد ہے سات دہائی گا یوں اور سات خشک خوشوں سے ہے کہ ان سات برسوں میں وہ جمع شدہ ذخیرہ تم کھاتے پیتے رہو گے۔ یاد رکھنا ان میں کوئی غلہ ختم نہ ہوگی۔ وہ جمع کردہ ذخیرہ ہی کام آئے گا۔ تم دانے بوڑھے لیکن پیداوار کچھ بھی نہ ہوگی۔ آپ نے خواب کی پوری تعبیر دے کر ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنا دی کہ ان سات خشک سالیوں کے بعد جو سال آئے گا وہ بڑی برکتوں والا ہوگا۔ خوب بارشیں برسیں گی خوب غلے اور کھیتیاں ہوں گی۔ ریل پیل ہو جائے گی۔ اورنگی دور ہو جائے گی۔ اور لوگ حسب عادت زیتون وغیرہ کا تیل نکالیں گے۔ اور حسب عادت انگور کا شیرہ نچوڑیں گے۔ اور جانوروں کے تھن دودھ سے لبریز ہو جائیں گے کہ خوب دودھ نکالیں اور پیئیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِثْنُوْنِي بِهٖ فَلَمَّا جَاہُ الرَّسُوْلُ قَالَ اَرْجِعْ
اِلٰی رَبِّكَ فَسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ
رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝۱۵ قَالَ مَا خَطْبُكَنَّ اِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوْسُفَ
عَنْ نَّفْسِهٖ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْءٍ ۝۱۶
اَمْرًاۤتُ الْعَزِيْزِ اِنَّ حَصْحَصَ الْحَقِّ اَنَا رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِهٖ
وَاِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۷ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنَّہٗ لَمْ یَخْنُہٗ بِالْغَیْبِ
وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یَهْدِی الْخٰیۤسِرِيْنَ ۝۱۸

بادشاہ کہنے لگا یوسف کو میرے پاس لاؤ جب قاصد یوسف کے پاس پہنچا تو اس نے کہا اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے؟ جنہوں نے اپنے ہاتھ آپ کاٹ لئے تھے ان کے لیے کوئی صحیح طور پر جاننے والا میرا پروردگار ہی ہے O بادشاہ نے پوچھا کہ اے عورتو! اس وقت کا صحیح واقعہ کیا ہے جب تم راوڈ گاتھ کر کے یوسف کو اس کی دلی منتا سے بہکا تا چاہتی تھیں انھوں نے صاف جواب دیا کہ معاذ اللہ ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں پائی، پھر تو عزیز کی بیوی بھی بول اٹھی کہ اب تو جی بات غصہ آئی فی الواقع میں آپ ہی اسے اس کے نفس کی حفاظت کی جانب سے ردغاری تھی اور کوئی شک نہیں واقعی یوسف سچے لوگوں میں ہے O اس تمام بات سے غرض یہ تھی کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی کوئی خیانت نہیں کی تھی اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ دعا بازوں کے ہتھکنڈے چلنے نہیں دیتا O

تعبیر کی صداقت اور شاہ مصر کا یوسف علیہ السلام کو وزارت سے روٹنا: ☆ ☆ (آیت ۵۰-۵۲) خواب کی تعبیر معلوم کر کے جب قاصد چلا اور اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے مطلع کیا۔ تو بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر پر یقین آ گیا۔ ساتھ ہی اسے بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے ہی عالم فاضل شخص ہیں۔ خواب کی تعبیر میں تو آپ کو کمال حاصل ہے۔ ساتھ ہی اعلیٰ اخلاق والے حسن تدبیر والے اور خلق اللہ کا نفع چاہنے والے اور محض بے طمع شخص ہیں۔ اب اسے شوق ہوا کہ خود آپ سے ملاقات کرے۔ اسی وقت حکم دیا کہ جاؤ حضرت یوسف علیہ السلام کو کبیل خانے سے آزاد کر کے میرے پاس لے آؤ۔ دوبارہ قاصد آپ کے پاس آیا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا تو آپ نے

فرمایا میں یہاں سے نہ نکلوں گا جب تک کہ شاہ مصر اور اس کے درباری اور اہل مصر یہ نہ معلوم کر لیں کہ میرا قصور کیا تھا؟ عزیز کی بیوی کی نسبت جو بات مجھ سے منسوب کی گئی ہے اس میں سچ کہاں تک ہے؟ اب تک میرا قید خانہ بھگتنا واقعی کسی حقیقت کی بنا پر تھا؟ یا صرف ظلم و زیادتی کی بنا پر؟ تم اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا کر میرا پیغام پہنچا دوں کہ وہ اس واقعہ کی پوری تحقیق کریں۔ حدیث شریف میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے اس صبر کی اور آپ کی اس شرافت و فضیلت کی تعریف آئی ہے۔

صحیحین وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ شک کے حقدار ہم پر نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت زیادہ ہیں جب کہ انہوں نے فرمایا تھا میرے رب مجھے اپنا مردوں کا زندہ کرنا مع کیفیت دکھا۔ (یعنی جب ہم اللہ کی اس قدرت میں شک نہیں کرتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کیسے شک کر سکتے تھے؟ پس آپ کی یہ طلب از روئے مزید اطمینان کے تھی نہ کہ از روئے شک۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ میرے اطمینان دل کے لئے ہے۔) اللہ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی زور آور جماعت یا مضبوط قلعہ کی پناہ میں آنا چاہنے لگے۔ اور سنو اگر میں یوسف علیہ السلام کے برابر جیل خانہ بھگتے ہوئے ہوتا اور پھر قاصد میری رہائی کا پیغام لاتا تو میں تو اسی وقت جیل خانے سے آزادی منظور کر لیتا۔

مسند احمد میں اسی آیت فاضلہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہوتا تو اسی وقت قاصد کی بات مان لیتا اور کوئی عذر تلاش نہ کرتا۔ مسند عبدالرزاق میں ہے آپ فرماتے ہیں واللہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و کرم پر رہ رہ کر تعجب آتا ہے اللہ اسے بخشے۔ دیکھو تو یہی بادشاہ نے خواب دیکھا ہے وہ تعبیر کے لئے مضطرب ہے قاصد آ کر آپ سے تعبیر پوچھتا ہے آپ فی الفور بغیر کسی شرط کے بتا دیتے ہیں۔ اگر میں ہوتا تو جب تک جیل خانے سے اپنی رہائی نہ کرالیتا ہرگز نہ بتلاتا۔ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و کرم پر تعجب معلوم ہو رہا ہے اللہ انہیں بخشے کہ جب ان کے پاس قاصد ان کی رہائی کا پیغام لے کر پہنچتا ہے تو آپ فرماتے ہیں ابھی نہیں جب تک کہ میری پاکیزگی پاک دامنی اور بے قصوری سب پر تحقیق سے کھل نہ جائے۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں تو دوڑ کر دروازے پر پہنچتا یہ روایت مرسل ہے۔

اب بادشاہ نے تحقیق کرنی شروع کی ان عورتوں کو جنہیں عزیز کی بیوی نے اپنے ہاں دعوت پر جمع کیا تھا اور خود اسے بھی دربار میں بلوایا۔ پھر ان تمام عورتوں سے پوچھا کہ فیاضت والے دن کیا گزری تھی؟ سب بیان کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ماشاء اللہ یوسف پر کوئی الزام نہیں اس پر بے سرو پا تہمت ہے۔ واللہ ہم خوب جانتی ہیں کہ یوسف میں کوئی بدی نہیں۔ اس وقت عزیز کی بیوی خود بھی بول اٹھی کہ اب حق ظاہر ہو گیا واقعہ کھل گیا۔ حقیقت کھمڑائی مجھے خود اس امر کا اقرار ہے کہ واقعی میں نے ہی اسے چھنا چنا جاتا تھا۔ اس نے جو بروقت کہا تھا کہ یہ عورت مجھے بھسلا رہی تھی اس میں وہ بالکل سچا ہے۔ میں اس کا اقرار کرتی ہوں اور اپنا قصور آپ بیان کرتی ہوں تاکہ میرے خاوند یہ بات بھی جان لیں کہ میں نے اس کی کوئی خیانت دراصل نہیں کی۔ یوسف کی پاکدامنی کی وجہ سے کوئی شر اور برائی مجھ سے ظہور میں نہیں آئی۔ بدکاری سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچائے رکھا۔ میرے اس اقرار سے اور واقعہ کے کھل جانے سے صاف ظاہر ہے اور میرے خاوند جان سکتے ہیں کہ میں برائی میں مبتلا نہیں ہوئی۔ یہ بالکل سچ ہے کہ خیانت کرنے والوں کی مکاریوں کو اللہ تعالیٰ فروغ نہیں دیتا۔ ان کی دغا بازی کوئی پھل نہیں لاتی۔

الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے بارہویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس مہربان مالک نے آج اس مبارک تفسیر کے اٹھائیس پاروں کے ترجمے سے اور ان کے چھپوانے سے مجھے فارغ کیا۔ الحمد للہ الحمد للہ۔ صرف دسویں اور گیارہویں پارے کا ترجمہ باقی رہ گیا۔ اسی رحیم و کریم سے امید ہے کہ باقی کے ان دونوں پاروں کے ترجمے کی بھی توفیق عنایت فرمائے اور انہیں بھی آسانی سے پورے کر دے۔ اے کرم و رحم والے رب العالمین ہمیں اپنے پاک کلام کی سمجھ اور اس پر عمل عطا فرما۔ اور قیامت کے دن آنے سامنے اپنے مہربانی بھرے کلام سے نواز۔ آمین۔ الراقم المتعرج عازر ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم (مبین متوطن ریاست جوٹا گڑھ کا ٹھہرا ڈاکٹر مدرس مدرسہ محمدیہ و ایڈیٹر اخبار محمدی پاڑہ ہندو راؤ دہلی۔ بتاریخ ۲ رمضان المبارک ۸۳۲ھ)